تفسیر قرآن کے ابتدائی نقوش
پہلی صدی ہجری کے نصف آخر میں

عبدالرزاق اسماعیل ہرماس
ترجمہ و تلخیص: ابوسعد اعظمی

تدوین تفسیر کی ابتدائی تاریخ

قرآن کریم کی ایک ایک آیت کی مکمل تفسیر سب سے پہلے کب منصۂ شہود پر آئی، اس باب میں قدیم وجدید محققین کی آرار میں اختلاف پایا جاتا ہے۔ تاریخ تفسیر کے موضوع پر بہت سی کتابیں دستیاب ہیں، ان کے مطالعہ سے ہمیں کوئی ایسا سرا ہاتھ نہیں آتا جس سے اس خاص زمانہ کی تعیین ہو سکے۔ سب سے پہلی تفسیر کے زمانہ ظہور کی تعیین میں دشواری دو وجہ سے پیش آتی ہے:

(۱) اس باب میں قدمار کی آرار مختلف ومتضاد ہیں اور موجودہ محققین نے انہیں میں سے کسی ایک رائے کو اختیار کرلیا ہے۔

(۲) تاریخ الرواۃ اور جرح وتعدیل کی کتب میں تاریخ التفسیر اور اس کے اولین مدونین سے متعلق مختلف روایات بیان ہوئی ہیں جو تصنیفات اور سوانح کی کتابوں میں بکھری ہوئی ہیں۔

تدوین تفسیر کے باب میں اختلاف کے اسباب

تدوین تفسیر سے متعلق اس اختلاف کے دو بنیادی سبب ہیں:

(۱) زمانۂ نبوت سے تدوین تفسیر جن تین مختلف مراحل سے گزری ہے، ان کے باب

میں عصر حاضر کے بیشتر محققین کا اشتباہ۔

(۲) علم الروایۃ سے متعلق اصطلاحات کے فہم میں بعض قدیم وجدید مؤرخین و محققین کا اشتباہ۔

تدوین تفسیر کے تین مراحل کے درمیان اشتباہ

حدیث نبوی کی طرح تفسیر بھی کتابت، تدوین اور تصنیف کے تین الگ الگ مراحل سے گزر کر نقل کے مرحلہ تک پہونچی ہے۔

کتابتِ تفسیر کا زمانہ

کتابتِ تفسیر کا یہ پہلا مرحلہ بغرض حفاظت تفسیر القرآن کی روایات کو قلمبند کرنے کا زمانہ تھا اور صحیفے ان روایات کی حفاظت کا ذریعہ تھے۔ نبی کریم ﷺ سے ثابت ہے کہ آپ ﷺ نے اپنے لئے ایک تحریر شدہ صحیفہ تیار کیا تھا اسی طرح صحابۂ کرام کے پاس بھی تحریر شدہ صحیفے موجود تھے۔ ''جابر بن عبد اللہ سے روایت ہے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے لکھا ہر قبیلہ پر اس کی دیت واجب ہوگی، پھر لکھا کہ کسی مسلمان کو درست نہیں ہے کہ دوسرے مسلمان کے غلام کا مولی اس کی اجازت کے بغیر بن بیٹھے۔ پھر مجھے معلوم ہوا کہ آپ نے اپنی کتاب میں اس شخص پر لعنت کی ہے جو ایسا کرے''[۱]۔ ابو جحیفہؓ فرماتے ہیں میں نے حضرت علیؓ سے پوچھا آپ کے پاس کوئی کتاب بھی ہے؟ آپ نے فرمایا بجز اللہ کی کتاب کے (اور کوئی نہیں) یا وہ بصیرت جو بندۂ مومن کو دی جاتی ہے یا جو کچھ اس صحیفہ میں قلمبند ہے، راوی کہتے ہیں میں نے پوچھا اس میں کیا ہے؟ فرمایا: دیت، قیدی کی رہائی کے احکام اور یہ کہ کوئی مسلمان کافر کے بدلہ میں قتل نہ کیا جائے[۲]۔

مذکورہ حدیث کی روشنی میں یہ بات کہی جا سکتی ہے کہ صحابۂ کرامؓ کتابتِ حدیث اور قرآن کریم کی مخصوص آیات کی تفسیر قلمبند کرنے کے لئے صحیفہ کا استعمال کرتے تھے۔ ایسا ہی ایک صحیفہ حضرت علیؓ کے پاس موجود تھا۔ اس میں کبار صحابہ کے دور کی تفسیر درج تھی۔ البتہ صحابہ کرام کے صحیفوں میں تفسیر قرآن کے تتبع کے بجائے بعض آیات کی تفسیر

ہوا کرتی تھیں، اس طرح تفسیرِ قرآن کا اولین یعنی کتابت کا مرحلہ سامنے آیا۔

تدوین تفسیر کا زمانہ

تدوین تفسیر سے مراد قرآن کریم کی سورتوں کے لحاظ سے اس کی جمع و تنظیم ہے۔ البتہ اس میں مفسر کا مقصود جزئیات تفسیر کا استقصار نہیں ہوتا جیسا کہ تصنیف کے مرحلہ میں ہوتا ہے۔ یہ پورا مرحلہ صغار صحابہ، تابعین و تبع تابعین تک پھیلا ہوا ہے۔ اس دور کی مشہور ترین کتب میں مجاہد اور ابن جبیر کی تفاسیر ہیں۔ دوسری صدی ہجری میں ابن جریج کی کتاب ''الآثار وحروف التفسیر''[۳] اور ''تفسیر مقاتل بن سلیمان البلخی''[۴] تفسیر ماثور کی اہم ترین کتب شمار کی جاتی ہیں۔ واصل بن عطاء الغزال[۵] کی معانی القرآن اور عمرو بن عبید القدری[٦] کی تفسیر اس زمانہ کی تفسیر بالرای کی اہم کتب میں شامل ہیں۔ اس مقالہ کا موضوع مرحلۂ تدوین کے ابتدائی نقوش ہیں۔ تاریخ تفسیر میں اس کے بعد ایک اور مرحلہ درپیش ہوا جس میں مفسرین کرام نے قرآن کریم کی تفسیر پر جامع کتب کی تالیف کا ارادہ کیا۔

تصنیف تفسیر کا زمانہ

تدوینِ تفسیر سے مقصود انسائیکلوپیڈیائی انداز میں ایسی جامع اور ہمہ گیر تفسیر ہے جس میں مصنف کا مقصود مجمل آثار کا احاطہ ہو اور ماہرینِ تفسیر سے رائے اور اجتہاد کے ذریعہ استفادہ میں اسے تردد نہ ہو۔ ابن جریر طبری اور ابو حاتم رازی کے زمانہ میں تصنیف تفسیر اوج کمال کو پہنچ گئی۔ علامہ زرکشیؒ لکھتے ہیں، ''اس کے بعد ابن جریر طبری اور ابو حاتم رازی نے جا بجا بکھرے ہوئے تفسیری نکات کو جمع کر کے لوگوں کے سامنے پیش کردیا''[۷]۔ دسویں صدی ہجری تک تفسیری تصنیفات کا یہ سلسلہ بغیر کسی انقطاع کے چلتا رہا۔ زمانہ نبوت سے لے کر آج تک تفسیر قرآن کے آغاز وارتقار کی تاریخ کے مطالعہ کے باب میں ان تینوں مراحل کے درمیان فرق ملحوظ رکھنا انتہائی ضروری ہے۔ تدوین وتصنیف کے مرحلہ کے درمیان اشتباہ ہی سب سے پہلی مکمل تفسیر کے زمانۂ ظہور کی عدم تعیین کا بنیادی سبب ہے۔

علم الروایۃ کی اصطلاحات کے فہم میں اشتباہ

تدوین تفسیر کی ابتدار کے باب میں محققین کے اختلاف کا دوسرا بڑا سبب طریقہ محدثین اور قدیم مفسرین کے درمیان استعمال ہونے والی بعض اصطلاحات کے فہم میں پیش آنے والا اشتباہ ہے ۸۔ سلف ،صحابہ کرامؓ، تابعین وتبع تابعین اور ان کے بعد ائمہ روایت اپنی روایت کے اخذ کردہ طرق کو "أنبأنا"، "حدثنا" اور "أخبرنا"۹ جیسے الفاظ سے ادا کرتے تھے۔ اخذ کرنے کی ان اصطلاحات سے سننے والے کو یہ خیال ہوتا تھا کہ نقل کا یہ عمل محض زبانی ہے، کتابت وتدوین کا اس میں کوئی دخل نہیں ہے۔ جب کہ متقدمین نے راوی اور مروی عنہ میں اتصال کو ثابت کرنے کے لئے ان اصطلاحات کا استعمال کیا تھا۱۰۔ تاریخ تفسیر اور سنت کے متعدد محققین کے مباحث میں اس طرح کا اشتباہ نظر آتا ہے کہ انہوں نے اخذ کردہ طرق کی اصطلاحات سے یہ سمجھ لیا کہ اس سے نقل روایت کا زبانی طریقہ مقصود ہے، کتابت مقصود نہیں۔ حالانکہ کتابت کا عمل حفظ کے ساتھ ساتھ چلتا تھا اور تفسیر کی نقل وروایت میں یادداشت اور تحریر دونوں ساتھ ساتھ جمع تھیں۱۱۔

کتابِ تفسیر سے متعلق اس اشتباہ کی مثال ہمیں مقدمہ ابن خلدون میں نظر آتی ہے۔ ابن خلدون کا بیان ہے کہ "اللہ کے رسول ﷺ مجمل کی توضیح کرتے ،ناسخ ومنسوخ کا فرق واضح کرتے اور صحابہ کرامؓ کے درمیان اس کو بیان کرتے ،صحابہ کرام اس سے واقف ہوگئے تھے،انہیں آیات کا سبب نزول اور ان کا مقتضائے حال نبی کریم ﷺ سے سن کر معلوم تھا،صحابۂ کرام سے بھی یہ چیزیں منقول ہوئیں۔ صحابہ سے تابعین نے اس علم کو اخذ کیا اور نقل درنقل یہ سلسلہ چلتا رہا۔ یہاںتک کہ معارف نے علوم کی شکل اختیار کرلی اور کتابیں مدون ہوئیں تو اس فن پر بہت سی کتابیں لکھی گئیں اور اس باب میں صحابہ وتابعین سے منقول احادیث کو نقل کیا گیا۔ طبری، واقدی ،ثعالبی اور ان جیسے دیگر مفسرین تک یہ سلسلہ پہنچا تو انہوں نے اللہ کی توفیق سے اس میں آثار واحادیث کو جمع کردیا۱۲۔

ابن عطیہ کی "المحرر الوجیز" میں تدوین تفسیر کے باب میں اسی اشتباہ کے

اثرات ہمیں نظر آتے ہیں۔ ابن عطیہ کا خیال ہے کہ "اگر ہم تائید الٰہی کے حامل اولین مفسرین کی بات کریں تو علیؓ بن ابی طالب اور عبداللہ بن عباسؓ کا نام سر فہرست ہے۔ مؤخرالذکر نے اس کام کے لئے اپنے کو فارغ کرلیا اور اس کی تکمیل اور تلاش و جستجو میں اپنی زندگی بسر کی۔ بعد میں مجاہد اور سعید بن جبیر جیسے دیگر علماء نے اس باب میں انہیں کی پیروی کی۔ چنانچہ اس باب میں ابن عباسؓ کی روایات حضرت علیؓ کی روایات سے زیادہ محفوظ ہیں۔ پھر ہر دور میں حق پرست اور ثقہ افراد نے کتاب الٰہی کی تفسیر کی ذمہ داری اٹھائی اور عبدالرزاق، مفضل، علی بن ابی طلحہ، بخاری اور ان جیسے بہت سے اصحاب نے اس موضوع پر کتابیں لکھیں ۱۳؎۔ حافظہ کا استحضار، کتابت کے ساتھ حفظ اور تدوین، یہ ایسی چیزیں ہیں جس سے طریقۂ بیان کے ضمن میں محدثین و مفسرین کی استعمال کردہ اصطلاحات بالکل نمایاں ہوکر عملِ کتابت کو اس طرح واضح کردیتی ہیں کہ اس کے مخفی رہنے کا امکان باقی نہیں رہتا۔

قدماء و معاصرین کی تحریروں میں تدوین تفسیر کا آغاز

تاریخِ تفسیر قرآن میں عملِ تدوین کے آغاز سے متعلق قدماء و معاصرین کی تصنیفات اور ان کی بحوث و تحقیقات میں الگ الگ اشارات ملتے ہیں۔ قدماء کی تحریروں اور ان کی تصنیفات میں ہم تدوینِ تفسیر کی ابتدا سے متعلق دو نقطۂ نظر کے درمیان فرق کرسکتے ہیں۔

(۱) فقہاء و مؤرخین اور ان کے طرز پر چلنے والوں کا طریقۂ کار

(۲) ائمہ روایت، اعلام محدثین اور تفسیر بالماثور کی سرکردہ شخصیات کا طریقۂ کار۔

بیشتر معاصر تحقیقات میں پہلے طریقۂ کار کے اثرات نمایاں ہیں اور بعض ائمہ روایت کی تحریروں میں اختیار کردہ طریقہ سے متاثر ہیں۔

تدوین کے باب میں متقدمین کی آراء

قدیم مفسرین، فقہاء و مؤرخین نے یہ جاننے کی کوشش کی ہے کہ تفسیر کے موضوع پر سب سے پہلے صاحبِ تدوین ہونے کا شرف کس کو حاصل ہے۔ اس ضمن میں متضاد آراء

کے باوجود اکثریت کا خیال ہے کہ تدوین تفسیر کا تعلق دوسری صدی ہجری سے ہے۔

فقہاء میں ہمیں ابو حامد الغزالی نظر آتے ہیں جنہوں نے تفسیر قرآن کا سب سے پہلا مدون عبدالملک بن جریج کو تصور کیا ہے۔ وہ لکھتے ہیں، ''اسلام میں تحریر کردہ سب سے پہلی کتاب ابن جریج کی ہے۔ آثار وحروف کے باب میں انہوں نے مجاہد، عطاء اور ابن عباس کے حوالہ سے اسے قلمبند کیا ہے''۱۴۔ فتاوی ابن تیمیہ میں رسالہ ''صحة اصول مذهب اهل السنة'' کے ضمن میں شیخ الاسلام نے بھی بعینہ یہی رائے درج کی ہے جہاں انہوں نے ''حدیث نبوی کی کتابت کے باب میں صحابہ کرام کا موقف'' کے ضمن میں اس کا تذکرہ اس طرح کیا ہے، ''تبع تابعین کے زمانہ تک وہ اس کو تحریر شدہ شکل میں نہیں جمع کرتے تھے، پھر یہ علم ضبط تحریر میں لایا گیا اور سب سے پہلے ابن جریج نے تفسیر کے موضوع پر کچھ تحریر کیا''۱۵۔ مفسرین اور علوم القرآن کے مؤلفین کا غالب گمان یہ ہے کہ تدوین کا تعلق دوسری صدی کے آخر سے ہے۔ ابن عطیہ کا خیال ہے کہ تفسیر قرآن میں تالیف کا آغاز دوسری صدی ہجری کے دوران ہوا ہے اور عبدالرزاق الصنعانی اس موضوع پر اولین مؤلفین میں سے ہیں۔ پھر ہر نسل میں حق پرست افراد نے کتاب اللہ کی تفسیر کی ذمہ داری قبول کی اور اس موضوع پر عبدالرزاق، مفضل، علی بن ابی طلحہ اور بخاری وغیرہ نے تالیفات کیں۔ اور آخر میں ابن جریر طبری نے تفاسیر کے مختلف اجزاء کو مرتب کر کے اس سے استفادہ کو آسان بنا دیا اور لوگ اسناد سے بے نیاز ہو گئے۱۶۔ قرطبی نے بھی الجامع لأحکام القرآن میں بعینہ اسی رائے کو اختیار کیا ہے۱۷۔ اس کے برعکس تفسیر ''المبانی فی نظم المعانی'' کے مصنف نے پانچویں صدی ہجری میں اپنی کتاب کی تالیف کے دوران اس بات کی صراحت کی ہے کہ وکیع بن جراح الرؤاسی تفسیر قرآن کے اولین مؤلفین میں سے ہیں۱۸۔ علامہ بدرالدین زرکشیؒ نے البرہان میں سابقہ تمام اقوال کو جمع کر دیا ہے۔ وہ لکھتے ہیں: ''اس کے بعد ایسی تفاسیر تالیف کی گئیں جو صحابہ وتابعین کے اقوال کی جامع تھیں مثلاً سفیان بن عیینہ، وکیع بن الجراح، شعبہ بن حجاج، یزید بن ہارون، المفضل، عبدالرزاق بن ہمام الصنعانی کی تفاسیر وغیرہ۱۹۔ سیوطی نے بھی زرکشی ہی کے نقش قدم کی

اتباع کی ہے اور اتقان میں طبقات المفسرین پر گفتگو کرتے ہوئے علامہ زرکشی کے قول کو نقل کیا ہے۲۰۔

مؤرخین کی تحریروں میں بھی ہمیں سابقہ استنباطات کے دائرہ سے الگ کوئی انفرادی رائے نظر نہیں آتی ہے، ابن خلکان نے بھی ابن جریج کی سوانح میں لکھا ہے کہ ''وہ ایک مشہور عالم دین ہیں اور کہا جاتا ہے کہ انہوں نے سب سے پہلے اسلام میں کتاب تحریر کی ہے''۲۱۔ ابن خلدون کا خیال ہے کہ طبری نے سلف سے منقول تمام تفسیری آثار کو جمع کر دیا ہے۲۲، جب کہ حاجی خلیفہ اور صدیق القنوجی نے زرکشی کی پیش کردہ رائے ہی کا اعادہ کیا ہے۲۳۔

ائمہ روایت کے نزدیک تدوین تفسیر

اگر مؤرخین، فقہاء، اور قدیم مفسرین کے ایک گروہ کے نزدیک تدوین تفسیر کا زمانہ دوسری صدی ہجری ہے تو ائمہ روایت کی رائے میں اس کا سلسلہ تابعین کے زمانہ میں شروع ہو گیا تھا۔ تاریخ الرواۃ اور جرح وتعدیل کی تصنیفات پھر تیسری صدی ہجری کے دوران تالیف کردہ تفاسیر کے مقدمات ایسے اہم ترین مصادر ہیں جو تدوین تفسیر کے ابتدائی نقوش کو ہمارے سامنے پیش کرتے ہیں۔ یہ بات ان لوگوں کے سامنے بالکل عیاں ہے جن کو ائمہ کے ان آثار سے دلچسپی ہے۔

ایک طرف تو انہوں نے تدوین کی ابتدائی روایات کو ان کی اسناد کے ساتھ جمع کیا اور ان علمی اصول کا بھی پاس ولحاظ رکھا جن سے روایت محکم ہوتی ہے۔ دوسری طرف ہم دیکھتے ہیں کہ انہوں نے ان روایات میں عزیز (اصطلاح حدیث) کا تتبع کیا ہے جس کا کہیں اور ملنا مشکل ہے۔ اس کا تیسرا پہلو یہ ہے کہ ائمہ روایت راوی کے احوال اور اس کی روایت کو بیان کرنے کی خواہش میں ابتدائی تفاسیر کی نقل کے سلسلہ کو بھی زمانہ تابعین سے لے کر تصنیف کے مرحلہ تک محفوظ رکھتے تھے۔ وہ تفسیر کو بھی حدیث ہی کی طرح سمجھتے تھے جو نبی کریم ﷺ اور آپ کے صحابہ سے منقول تھی۔ اور اسے قبول کرنے کے لئے کچھ شرائط

بھی تھیں تا کہ اس پر اعتماد ہو۲۴۔ غالباً ابن جریر طبری پہلے شخص ہیں جنہوں نے تفسیر قرآن کی ابتدائی تدوین سے متعلق روایات کو جمع کرنے کا اہتمام کیا۔ اور جامع البیان کے مقدمہ میں ان تمام روایات کو "ذکر الاخبار عن بعض السلف فیمن کان من قدماء المفسرین محمود علمه بالتفسیر ومن کان منهم مذموما علمه بالتفسیر" کے عنوان سے جمع کر دیا ہے۲۵۔ طبری کی پیش کردہ روایات سے یہ ظاہر ہوتا ہے کہ تابعی مجاہد بن جبر پہلے شخص ہیں جنہوں نے قرآن کریم کی مکمل تفسیر کو ایک مجموعہ میں جمع کیا ہے۔ طبری کے بعد ابو حاتم رازی نے تابعین کے زمانہ تک تدوین تفسیر سے متعلق تمام روایات کو اپنی تصنیف "الجرح والتعدیل" میں جمع کر دیا ہے۔ ہمارے لحاظ سے دوسری سب سے قدیم ترین تفسیر یعنی تفسیر ابن جبیر کی ہم تک رسائی ابو حاتم ہی کی سند سے ہوئی ہے۔ ائمہ روایت کی تصنیفات میں تفسیر کے ابتدائی مدونین کے حالات بیان ہوتے رہے۔ چنانچہ ہم دیکھتے ہیں کہ خلیل بن عبداللہ القزوینی نے "الارشاد فی معرفة المحدثین" میں معاویہ بن صالح کی تفسیر کا ذکر کیا ہے جس کی روایت علی بن ابی طلحہ اور عبداللہ بن عباسؓ سے ہے۲۶۔

امام طبری نے اپنی تحقیق کو ابتدائی تین نسلوں تک محدود رکھا ہے جس کے لئے انہوں نے عصر سلف کی تعبیر اختیار کی ہے اور ایسی روایات کو جمع کر دیا ہے جنھیں ان کے علاوہ کسی اور تصنیف میں پانا مشکل ہے۔ جب کہ امام ابن ابی حاتم نے حدیث نبوی کے رجال سے متعلق اپنے موسوعہ میں ابتدائی مدونین کے حالات اور ان کے رواۃ کی بھی جستجو کی ہے۔ بالخصوص ان حضرات کا پتہ لگانے کی کوشش کی ہے جن کے مصادر رازی کے بعد ضائع ہو گئے ہیں۔ طبری اور حاتم کے بعد رجال الحدیث کے ایسے علماء منظر عام پر آئے جنہوں نے رواۃ کی تاریخ کو جمع کر کے اس کا استقصار کر لیا بالخصوص آٹھویں اور نویں صدی میں ابو الحجاج المزنی، حافظ شمس الدین ذہبی، اور ابن حجر عسقلانی وغیرہ نے ایک ایک راوی کے حالات کا استقصار کیا۔ ان ائمہ کرام کی تصنیفات میں بہت سے ایسے اشارات ملتے ہیں جن سے اندازہ ہوتا ہے کہ پہلی صدی ہجری کے نصف آخر میں تفسیر قرآن کریم کی ابتدائی تدوین کا کام ہو چکا تھا لیکن یہ اشارات سوانحی حالات کے درمیان

بکھرے ہوئے ہیں۔

تاریخِ تفسیر سے شغف رکھنے والے معاصرین کی تحقیقات میں تدوین

تفسیر و مفسرین یا مناہج تفسیر اور علوم القرآن کے موضوعات پر تالیف کرتے وقت بیشتر معاصرین تدوینِ تفسیر سے متعلق سابقہ آرار سے متاثر ہوئے ہیں۔قابل لحاظ امر یہ ہے کہ بعض معاصر مصنفین نے زیر بحث موضوع میں قدمار کے سرمایہ سے استفادہ کرکے خاص طور پر تدوین تفسیر کی ابتدار سے متعلق صحیح نتائج تک رسائی حاصل کرلی ہے، جب کہ اکثر معاصرین نے رجال الحدیث کے مصادر میں شامل روایات کا تتبع کیے بغیر قدمار کی آرار میں سے کسی ایک رائے کو اختیار کرلیا ہے۔تفسیر کے معاصر محققین میں سے جن حضرات نے قدمار کی کسی رائے کو اختیار کرلیا ہے ان میں عبدالعظیم زرقانی بھی شامل ہیں۔ ان کا خیال ہے کہ تفسیر کی تدوین تبع تابعین کے زمانہ میں ہوئی ہے۔ زرقانی لکھتے ہیں، ''اس کے بعد تبع تابعین کا زمانہ آیااور اس میں تفسیر سفیان بن عیینہ، وکیع بن جراح اور ان جیسی بہت سی تفاسیر صحابہ وتابعین کے اقوال سے جمع کرکے تالیف کی گئیں'' ۲۷۔ شیخ زرقانی کے بعد جب ہم دوسرے معاصرین کی آرار کی طرف رجوع کرتے ہیں تو ظاہر ہوتا ہے کہ قدمار کے سرمایہ سے استناد کے نتیجہ میں ان میں خاصا اختلاف اور ان کے طریقہ کار میں بڑا تضاد پایا جاتا ہے۔ امین خولی کا خیال ہے کہ امام مالک بن انس پہلے شخص ہیں جنہوں نے تفسیر لکھی ہے ۲۸۔ محمد فاضل بن عاشور کا خیال ہے کہ عبدالملک بن جریج پہلے شخص ہیں جنہوں نے تفسیر تالیف کی ہے ۲۹۔ بعینہ یہی رائے تفسیر ''التحریر والتنویر'' کے مصنف طاہر بن عاشور کے یہاں بھی ہمیں نظر آتی ہے۔ وہ لکھتے ہیں، ''سب سے پہلے ابن جریج مکی نے اس فن مین تصنیف کی ہے۔ انہوں نے بہت سی آیات کی تفسیر میں کتاب تصنیف کی اور اس میں احادیث ودیگر اشیار کو جمع کردیا ہے'' ۳۰۔ ڈاکٹر صبحی صالح کا خیال ہے کہ تفسیر کی جمع وتدوین کا کارنامہ تبع تابعین کا ہے ۳۱۔ ڈاکٹر سید احمد خلیل تدوینِ تفسیر سے متعلق اظہار خیال کرتے ہوئے لکھتے ہیں، ''اولاً حدیث کے جزر کی حیثیت سے اس کا

آغاز ہوا یعنی وہ تفسیر جو نبی کریم ﷺ سے مروی ہو۔ چنانچہ موطا، بخاری اور مسلم میں ہمیں کتاب التفسیر کے عنوان سے الگ باب نظر آتا ہے۔ بعد میں تفسیر نے حدیث سے الگ ہوکر ایک مستقل فن کی حیثیت اختیار کر لی'' ۳۲۔ ڈاکٹر محمد زغلول سلام کا خیال ہے کہ تدوین تفسیر کی کاوشیں دوسری صدی ہجری میں ظاہر ہوئیں ۳۳، جب کہ مناع خلیل قطان کا خیال ہے کہ تالیف کی حیثیت سے تفسیر تیسری صدی ہجری تک مؤخر ہوتی رہی۔ وہ لکھتے ہیں ''اس کے بعد ابن ماجہ اور طبری جیسے لوگ منظر عام پر آئے جنہوں نے تفسیر کو تالیف کے ساتھ مخصوص کیا اور اس کو حدیث سے علیحدہ ایک مستقل بالذات علم قرار دے کر مصحف کی ترتیب کے لحاظ سے قرآن کریم کی تفسیر بیان کی'' ۳۴۔ ڈاکٹر نور الدین عتر نے ان لوگوں کے طریقہ کی طرف اشارہ کیا ہے جن کا خیال ہے کہ سب سے پہلے امام مالک نے اس فن میں جمع کا کام کیا ہے ۳۵۔ فکر اسلامی کی تاریخ کے محققین کی تحریروں سے معلوم ہوتا ہے کہ وہ تدوین کو پہلی صدی ہجری کے آخر اور اس کے بعد کی کاوش سمجھتے ہیں۔ جرجی زیدان کا خیال ہے کہ ''پہلی صدی ہجری کے آخر تک وہ زبانی طور پر تفسیر نقل کرتے رہے، سب سے پہلے مجاہد نے تحریری مجموعوں میں تفسیر کو مدون کیا پھر دوسرے لوگ بھی اس فن میں مشغول ہو گئے'' ۳۶۔ ڈاکٹر عبد العال سالم مکرم نے بھی جرجی زیدان کی رائے کو راجح قرار دیا ہے ۳۷۔ اس کے برعکس احمد امین کا خیال ہے کہ مستقل طور پر تفسیر قرآن کی تدوین عصر عباسی میں ہوئی ہے ۳۸۔ ڈاکٹر مصطفیٰ الصاوی نے بھی بعینہ یہی نتیجہ اخذ کیا ہے۔ وہ لکھتے ہیں، ''تفسیر اپنے آغاز سے عصر عباسی تک حدیث کی شکل میں چلتی رہی بلکہ حدیث ہی کا ایک جز اور اس کے ایک باب کی حیثیت اسے حاصل تھی۔ تیسری صدی ہجری کے علماء سے متاثر ہو کر امام طبری نے حدیث سے علیحدہ تفسیر کو مرتب کیا'' ۳۹۔ بعض معاصر تحقیقات کا رجحان اس لحاظ سے درست ہے کہ انہوں نے متأخرین کے یہاں مشہور رائے کی تردید کی کوشش کرنے کے بجائے ائمہ روایت کی تصنیفات سے استفادہ کیا ہے۔ تاریخ الرواۃ اور جرح و تعدیل کے مصادر سے استفادہ کرنے کے باب میں محمد حسین الذہبی معاصرین میں سرفہرست ہیں۔ انہوں نے تیسری صدی ہجری میں تصنیف کے زمانہ سے قبل تاریخ التفسیر

کی تحقیق کے میدان میں ان مصادر سے خوب استفادہ کیا ہے۔

محمد حسین الذہبی نے اپنی کتاب "التفسیر والمفسرون" میں تدوین تفسیر کی ابتدا سے متعلق تمام روایات کو جمع کر دیا ہے۔ چونکہ یہ کتاب ۱۹۴۶ء میں منظر عام پر آئی اس لئے اس کی پہلی اشاعت کے بعد ہی محققین کو خاص طور پر اس بات کا علم ہوا کہ قرآن کریم کی مکمل تفسیر کی تدوین کا عمل قدیم ہے[۳۹]۔ اس سے اس بات کی ضرورت کا احساس اور بڑھ جاتا ہے کہ ان تمام آرار کا محاکمہ کیا جائے جن کے مطابق تدوین تفسیر کا تعلق دوسری یا تیسری صدی ہجری سے ہے۔ متعدد معاصرین کی تحقیقات میں "التفسیر والمفسرون" کے مصنف کا اثر بالکل نمایاں ہے۔ ڈاکٹر عبداللہ خورشید البری نے اپنے ڈاکٹریٹ کے مقالہ "القرآن وعلومه فی مصر ۲۰ھ-۳۵۸ھ" کے باب تاریخ التفسیر میں اس کتاب سے استفادہ کیا ہے۔ یہ مقالہ ایسی پہلی جدید تحقیق ہے جس میں ابن جبیر کی تفسیر کا تعارف تفصیل سے پیش کیا گیا ہے۔ اس کا انحصار عطار بن دینار الہذلی کی روایت پر ہے اور عبدالرحمٰن بن أبی حاتم نے بھی اپنی تفسیر کے ضمن میں اس کو مدون کیا ہے۔ عبداللہ خورشید کی کتاب ۱۹۷۰ء میں طبع ہوئی[۴۱]۔ شیخ محمد لطفی الصباغ نے بھی "التفسیر والمفسرون" کے مصنف سے استفادہ کیا ہے۔ انہوں نے اپنی کتاب "لمحات فی علوم القرآن واتجاهات التفسیر" کی فصل "تاریخ التفسیر فیما بعد عصر التابعین" میں حسین ذہبی کے نتائج کا خلاصہ پیش کیا ہے۔ اولیت کے شرف کی تعیین کے بغیر وہ اس بات پر زور دیتے ہیں کہ پہلی صدی ہجری میں بعض کتب تفسیر مرتب ہو چکی تھیں اور عین ممکن ہے کہ ابن جبیر کی تفسیر جو ۸۶ھ سے قبل لکھی جا چکی تھی وہی تفسیر کی سب سے پہلی کتاب ہو[۴۲]۔ لمحات فی علوم القرآن بھی ۱۳۹۳ھ میں شائع ہوئی ہے۔ اس طرز پر گامزن معاصر تحقیقات میں "تاریخ التراث العربی" کے ضمن میں ڈاکٹر فؤاد سزگین کی تحریر بھی ہے[۴۳]۔ اس کے بعد متعدد ایسی تحریریں منظر عام پر آئی ہیں جنہوں نے قرآن کریم کی مکمل تفسیر کی تدوین کے ابتدائی نقوش کو محفوظ کرنے کا کام کیا ہے اور آغاز تفسیر پر متعدد محققین نے اس بات کی کوشش کی ہے کہ وہ تدوین میں تاخیر سے متعلق مصنفین میں رائج غلط فہمیوں کا ازالہ

کریں۔ ان محققین کا سارا زور اس بات پر ہے کہ تدوین کا آغاز تابعین کی نسل ہی میں ہو چکا تھا۔ ڈاکٹر فاروق حمادۃ کی کتاب "مدخل الی علوم القرآن والتفسیر" اسی نوعیت کی کتاب ہے جس میں اس بات پر زور ہے کہ تدوین کا آغاز تابعین کے دور میں ہوا اور تبع تابعین کے دور میں اس کا ارتقار ہوا۔ وہ لکھتے ہیں: "اسی مرحلہ میں تدوینِ تفسیر کے ابتدائی نقوش ظاہر ہو چکے تھے اور صغار تابعین وتبع تابعین کے شروع زمانہ میں یہ پوری طرح واضح ہو گئے[۴۴]۔ ڈاکٹر محمد حسین الصغیر کی کتاب "المبادی العامة لتفسیر القرآن الکریم: دراسة مقارنة" بھی اسی نوعیت کی کتاب ہے۔ اس کا خلاصہ یہ ہے کہ تابعین اور تبع تابعین کے زمانہ میں ایسے متعدد کام منظر عام پر آچکے تھے اور تفسیر کے باب میں سب سے پہلے منظر عام پر آنے والی کتاب سعید بن جبیر کی تھی۔ اس کے بعد اسماعیل السدی اور محمد بن سائب کلبی وغیرہ نے بھی تفسیر میں کتاب تالیف کی[۴۵]۔ اسی طرح ڈاکٹر احمد الشرباصی نے بھی "قصة التفسیر" میں اس بات پر زور دیا ہے کہ تابعین کے زمانہ میں تفسیر مدون ہو چکی تھی اور ابن جبیر کی کتاب تفسیر کی سب سے پہلی کتاب ہے اور تابعین میں تفسیر کا سب سے زیادہ علم انہیں کو تھا[۴۶]۔

تدوینِ تفسیر مستشرقین کی تحریروں کے آئینہ میں

قرآن پاک کی تدوین اور تفسیر کی تاریخ ایسے موضوعات ہیں جن پر مستشرقین نے اپنے ناپاک عزائم کو بروئے کار لانے کے لئے کثرت سے کتابیں لکھی ہیں اور تدوینِ مصحف اور اس کی تاریخ کو ان کے نزدیک خاص اہمیت حاصل رہی ہے[۴۷]۔ تاریخ التفسیر سے متعلق مستشرقین کے فراہم کردہ تحریری سرمایہ پر غور کرنے سے معلوم ہوتا ہے کہ "تاریخ الادب العربی" کے چوتھے حصہ میں بروکلمان (BROCKELMANN/1868-1956) کی تحریر کردہ کتاب اس موضوع پر سب سے اہم ہے۔ بروکلمان نے اپنی کتاب "تاریخ القرآن" میں دوسرے مستشرقین بالخصوص باجشتر سر (BERGSTRASSER/1886-1933) اسی کی تحریروں کے نتائج کو جمع کر دیا ہے اور ان پر اعتماد کرتے ہوئے عبداللہ بن عباس سے

لے کر چوتھی صدی ہجری کے آخر تک کے نمایاں ترین مفسرین کا ایک جدول تیار کیا ہے ۴۸۔ بروکلمان کی کتاب میں چونکہ بنیادی طور پر تاریخ ادب عربی کا مطالعہ پیش کیا گیا ہے، اس لئے تدوین قرآن کے مسئلہ پر زیادہ توجہ نہیں دی گئی ہے جو بلاشیر (BLACHERE/1900-1973) اور گولڈ زیہر (GOLDZIHER/1850-1921) جیسے قرآن سے دلچسپی رکھنے والے دوسرے مستشرقین کے یہاں ہمیں نظر آتی ہے۔ گولڈ زیہر نے اپنی کتاب "مذاهب التفسير الاسلامی" میں تفسیر بالماثور پر گفتگو کرتے ہوئے تدوین تفسیر سے متعلق اس طرح اظہار خیال کیا ہے، "ابن عباسؓ کی اپنے براہ راست شاگردوں کی اسناد سے مروی تفسیر شروع ہی میں مختلف مجموعوں میں جمع ہو چکی تھی۔ البتہ مستقل قالب میں اب ان میں سے کسی کا بھی وجود نہیں ہے۔ قرآن کریم کے تفسیری حواشی (حروف التفسیر) جسے مجاہد، عطار اور مدرسہ ابن عباس کے دوسرے راویوں نے روایت کی ہے، ان کا ادب اسلامی میں اس طور پر ذکر کیا جاتا ہے کہ وہ جمع وتدوین کی قدیم ترین تصنیفات ہیں ۴۹۔ گولڈ زیہر نے اس بات کی طرف بھی اشارہ کیا ہے کہ قرآن کریم کی قدیم ترین تفسیر تفسیر مقاتل بن سلیمان بلخی برٹش میوزیم میں اب بھی موجود ہے ۵۰۔ ایک دوسرے مستشرق بلاشیر کی رائے ہے کہ تدوینِ تفسیر کی ابتدار چھوٹے چھوٹے کتابچوں سے ہوئی تھی، جن کے اب صرف نام باقی رہ گئے ہیں۔ جیسے وہ کتابیں جو اسماعیل سدی اور مقاتل بلخی کی طرف منسوب ہیں ۵۱۔

پہلی صدی ہجری کے دوران تدوینِ تفسیر کے ابتدائی نقوش

قرآن کریم کی مکمل تفسیر کی تدوین کے ابتدائی نقوش بعض فقہار صحابہ کی موجودگی میں سامنے آئے۔ عبداللہ بن عباسؓ کی زیرنگرانی حرم مکی میں مدرسۃ التفسیر میں اس تدوین کے ابتدائی نقوش کا مشاہدہ کیا گیا لیکن تفسیر کے باب میں سب سے پہلی کتاب کے ظہور کا تعلق ابن عباس کے نمایاں ترین شاگرد تابعین مفسرین سے ہے۔ تین ایسے اہم ترین محرکات تھے جس کی وجہ سے تدوینِ تفسیر کی ضرورت پیش آئی:

(۱) تابعین جو زمانہ نبوت سے محروم تھے انہیں اس بات کی ضرورت محسوس ہوئی کہ صحابہ کرام سے انہوں نے جو کچھ بھی اخذ کیا ہے، اسے قلمبند کرلیں۔ اس لئے کہ صحابہ کرام نے زمانۂ نزولِ قرآن کے واقعات کا براہ راست مشاہدہ کیا تھا اور انہیں قرآن کے معانی ومفاہیم کو براہ راست اللہ کے رسول ﷺ سے سننے کا شرف حاصل تھا۔

(۲) صغار صحابہ، تابعین کو سکھانے کے لئے مجلسیں منعقد کرتے وقت انہیں اس بات پر آمادہ کرتے کہ وہ اسے مدون کرلیں اور حفظ کے ساتھ ساتھ اسے ضبط تحریر میں بھی لے آئیں۔

(۳) مسند حکومت پر جلوہ افروز ہونے کے بعد آل مروان نے علوم شرقیہ بالخصوص تفسیر اور حدیث نبوی کی تدوین کا اہتمام کیا۔

عملِ تدوین میں مکہ کے مدرسۃ التفسیر کا اثر

قرآن کریم کی تفسیر کے مختلف اجزاء کی تحریر کے ابتدائی نقوش کا تعلق صحابۂ کرامؓ کی اس نسل سے ہے جو آپ ﷺ کی وفات کے بعد باحیات تھے، اس کے بعد کم عمر صحابہ کا عملِ تدوین میں بڑا اہم کردار رہا ہے، اس باب میں مکی مدرسۃ التفسیر کے سربراہ عبداللہ بن عباسؓ تفسیر کو ضبط تحریر میں لانے کے لئے سب سے زیادہ پرجوش تھے۔ طبقات المفسرین کے مصنف نے ان سے ایک تفسیر کو بھی منسوب کیا ہے جو مجاہد سے مروی ہے اور حمید بن قیس نے اسے مجاہد سے روایت کیا ہے۵۲۔ اس کی صحت وعدم صحت سے قطع نظر مختلف ایسی روایات ملتی ہیں جن سے ابن عباسؓ کی کتابت سے دلچسپی ظاہر ہوتی ہے۔ ابن عبدالبر النمری نے ابن عباسؓ کے حوالہ سے یہ روایت نقل کی ہے کہ، ''علم کو ضبط تحریر میں لاکر محفوظ کرلو''۵۳۔ خطیب بغدادی نے ''تقیید العلم'' کے باب میں ان صحابہ کے تذکرہ میں جن کے متعلق یہ روایت ہے کہ انہوں نے علم کو تحریر کیا یا اس کی کتابت کا حکم دیا، ایک دوسری سند سے ابن عباس کی یہ روایت نقل کی ہے کہ، ''علم کو محفوظ کرلو اور اس کا لکھنا ہی محفوظ کرنا ہے''۵۴۔ مزید براں انھوں نے عبیداللہ بن رافع کے حوالہ سے نقل کیا ہے کہ ابن عباس ابورافع سے پوچھتے تھے اور ان کے ساتھ کچھ تختیاں تھیں جس میں وہ لکھتے جاتے تھے۵۵۔

قاضی عیاض نے "الماع" میں "باب فی التقیید بالکتاب والمقابلة والشکل والنقط والضبط" میں عمرؓ، علیؓ، انسؓ، جابرؓ اور ابن عباس رضی اللہ عنہم کے حوالہ سے اس کی اجازت اور ایسا کرنے کی روایت نقل کی ہے٥٦۔ جب حضرت عبداللہ ابن عباسؓ منصب تدریس پر فائز ہوئے تو انہوں نے نہ صرف اپنے تلامذہ کو تحریر پر آمادہ کیا بلکہ تدوین اور کتابت پر بھی آمادہ کیا۔ آپ نے سعید بن جبیر سے کہا، "علم کو محفوظ کرنے کا سب سے بہترین طریقہ کتاب ہے"٥٧۔ مجاہد بن جبیر سے بھی آپ نے اسی طرح کی بات روایت کی ہے۔ علم کا اطلاق شروع میں حدیث پر ہوتا تھا اور تفسیر کو اس کے ایک باب کی حیثیت حاصل تھی اور یہ واضح ہے کی ابن جبیر نے اپنے شیخ سے جو کچھ بھی روایت کی ہے اس کے اکثر حصہ کا تعلق تفسیر قرآن سے ہے۔ ابن عباسؓ اور دیگر صحابہ کرامؓ نے اپنے صحیفوں میں تفسیر سے متعلق احادیث کی کتابت کا اہتمام کیا اور ان کے بعد تابعین نے متصل الاسناد٥٨ روایتیں جو انہیں پہنچی تھیں ان کو جمع کر کے ان میں اپنے شیوخ کی تفسیر کا اضافہ کر دیا۔ ان میں سے بعض مرفوع اور بعض موقوف ہیں اور کچھ لفظاً موقوف اور حکماً مرفوع ہیں٥٩ پھر زبان دانی اور اقتضائے کلام کی بنا پر اپنی فہم واجتہاد سے اس میں اضافہ کر کے اسے مدون کر دیا٦٠۔

تابعین کے دور میں تفسیر کی ابتدائی کتابیں

ہمارے سامنے کوئی ایسی مستند دستاویز نہیں ہے جس کی روشنی میں ہم قطعیت کے ساتھ تفسیر کی سب سے پہلی مکمل مدون کتاب اور سب سے پہلے مفسر کی تعیین کر سکیں جس نے قرآن کریم کی تمام آیات اور سورتوں کی مکمل تفسیر جمع کی ہو۔ تاریخ الرواۃ، تفسیری مقدمات کے مصادر اور جرح وتعدیل کی کتابوں سے ہمیں جو روشنی ملتی ہے اس کے نتیجہ میں ہم یہ کہہ سکتے ہیں کہ اس علم کی تدوین کا آغاز دوسری صدی ہجری تک مؤخر نہیں رہا بلکہ پہلی صدی ہی میں قرآن کی مکمل تفسیر کا ظہور ہو چکا تھا اور عین ممکن ہے کہ پہلی صدی کے نصف آخر کے آغاز ہی میں یہ اہم کارنامہ تمام پذیر ہو چکا ہو۔ اب تک دستیاب مصادر سے

معلوم ہوتا ہے کہ تدوینِ تفسیر کا آغاز کبار تابعین کے دور میں ہو چکا تھا۔ ان مصادر میں جن دو قدیم ترین تفاسیر کا تذکرہ ملتا ہے، ان میں سے ایک مجاہد بن جبر المخزومی متوفی ۱۰۴ھ (۷۲۲ء) کی ہے اور دوسری سعید بن جبیر الاسدی کی ہے جنہیں حجاج بن یوسف نے ۹۴ھ (۷۱۲-۷۱۳ء) میں قتل کر دیا تھا۔

فروغِ تدوین کی تحریک میں امویوں کا کردار

مشرق کی اموی سلطنت میں مسند اقتدار تک پہنچنے کے بعد آل مروان نے اس بات کی کوشش کی کہ وہ اپنے زمانہ میں رواج پذیر علوم اسلامیہ کی تدوین کا کام شروع کریں[۶۱]۔ ۶۵ھ (۶۸۴-۶۸۵ء) میں مروان بن حکم اموی کے مسند اقتدار پر متمکن ہونے کے بعد اس نے ایک ساتھ اپنے دونوں بیٹوں کے لئے اپنی زندگی میں اور بعد الموت بیعت لینا شروع کیا۔ اسی سال اس کے بیٹے عبدالملک بن مروان متوفی ۸۶ھ (۷۰۵ء) [۶۲] نے خلافت کی باگ ڈور سنبھالی، اس شرط پر کہ اس کے بعد اس کا بھائی عبد العزیز بن مروان (متوفی ۸۵ھ/۷۰۴ء) [۶۳] جو مصر کا گورنر تھا، وہ خلافت کی باگ ڈور سنبھالے گا۔ مروان کی موت کے بعد دونوں بھائیوں کے درمیان تنافس اور اقتدار کے لئے مقابلہ آرائی ہی علوم اسلامیہ بالخصوص تفسیر اور سنت نبوی کی خدمت کا اہم ترین محرک قرار پائی۔ چنانچہ گورنر مصر عبدالعزیز بن مروان نے حدیث نبوی کی جمع وتدوین کا قصد کیا اور اس کام کے لئے لیث بن سعد کی روایت کے مطابق حمص میں ایک مشہور تابعی ابوشجرہ کثیر بن مرۃ الحضرمی [۶۴] کو مقرر کیا۔ انھوں نے ستر اصحاب رسول سے ملاقات کا شرف پایا تھا[۶۵]۔ اس کے بالمقابل عبدالملک بن مروان نے قرآن وعلوم القرآن کی خدمت کا بیڑہ اٹھایا اور مشہور تابعی، فقیہ کوفہ سعید بن جبیر اسدی سے درخواست کی کہ وہ ان کے لئے قرآن کریم کی تفسیر کو جمع کر دیں[۶۶]۔ ابوالولید عبدالملک کا شمار فقہاء مدینہ میں ہوتا تھا[۶۷]، جب کہ سعید بن جبیر نے اولاً مکہ میں ابن عباسؓ اور دیگر صحابہ کرام کے سامنے زانوئے تلمذ تہ کیا، پھر کوفہ چلے گئے[۶۸]۔ "الجرح والتعدیل" کے مصنف کا ذکر کرتے ہوئے عطاء بن

دینار الہذلی کی سوانح میں ابو حاتم رازی نے ابن جبیر کی تفسیر کی طرف اشارہ کیا ہے جو عبد الملک کے لئے تحریر کی گئی تھی۔ امام رازی لکھتے ہیں، ''عبدالملک بن مروان نے سعید بن جبیر سے یہ درخواست کی کہ وہ ان کے پاس قرآن کریم کی تفسیر لکھ کر بھیج دیں، چنانچہ سعید نے یہ تفسیر لکھ کر ارسال کر دی'' ۶۹۔ ایسا محسوس ہوتا ہے کہ عبدالملک اور ابن جبیر کے مابین علمی مراسلت چلتی رہی۔ ابن منذر نیسا پوری کی روایت کے مطابق عبدالملک مکمل تدوینِ تفسیر کی درخواست سے قبل غریب القرآن کی تفسیر سے متعلق ابن جبیر سے خط و کتابت کرتے رہتے تھے ۷۰۔

تفسیر کا اولین جامع مجاہد بن جبر المخزومی المکی

تابعین کے اندر صحابہ کے علم کا حصول اور اس کی تدوین کا شغف ناگزیر تھا، اس کی جمع وتدوین کے باب میں ان کے درجات میں تفاوت تھا اور اکثر نے اپنی تمام تر توجہ اس چیز کے سننے اور روایت کرنے پر مرکوز کی جس کا تعلق تفسیر صحابہ کے کسی عمل سے تھا اور تابعین میں ابو الحجاج مجاہد بن جبر کو اس لحاظ سے امتیازی شان حاصل ہے کہ انہوں نے مکہ میں مدرسۃ التفسیر کے شیخ عبداللہ بن عباسؓ کی روایت کی حیثیت سے تفسیر قرآن میں ایک ایک آیت کا تتبع کیا ہے۔

مجاہد کی علمی لیاقت اور ان کی تفسیر کا زمانہ ظہور

ابن سعد کے مطابق مجاہد بن جبر اہل مکہ کے دوسرے طبقہ کی سرکردہ شخصیات میں سے ہیں ۷۱۔ شیرازی نے ان کی سوانح میں انہیں مکہ کے فقہاء تابعین اور امام القراء قرار دیا ہے ۷۲۔ ابن کثیر، ابو عمرو بن العلاء، ابن محیصن وغیرہ نے ان کے سامنے زانوئے تلمذ تہ کیا ہے ۷۳۔ وہ فقہ و ورع، زہد و تقوی اور عبادت کے اعلی مقام پر فائز تھے ۷۴۔ ذہبی نے معرفۃ القراء میں لکھا ہے کہ انہوں عبداللہ بن عباس کے سامنے زانوئے تلمذ تہ کیا ہے۔ حضرت عائشہ، ابو ہریرہ، سعد، عبداللہ بن عمر اور صحابہ کرام کی ایک جماعت سے

روایت بیان کی ہے۷۵۔ ابن کثیر نے لکھا ہے کہ "مجاہد نے اعلام صحابہ اور علماء صحابہ مثلاً ابن عمر، ابن عباس، ابو ہریرہ، ابن عمرو، ابوسعید، رافع بن خدیج رضی اللہ عنہم سے روایت نقل کی ہے۷۶۔ حافظ الذہبی میزان الاعتدال میں لکھتے ہیں، "ابن حبان بستی کی کتاب الضعفاء میں مجاہد کا بھی ذکر کیا گیا ہے۔ ضعفاء کے باب میں تالیف کرنے والے مؤلفین میں سے کسی نے بھی مجاہد کا ذکر نہیں کیا ہے، آگے لکھتے ہیں کہ مجاہد بلا اختلاف ثقہ راوی ہیں۷۷۔ راجح قول کے مطابق ۱۰۴ھ میں مجاہد کی وفات ہوئی ہے۷۸۔

مجاہد کا تفسیر سے شغف

حضرت مجاہد کو تفسیر کا احاطہ کرنے کا انتہائی شوق تھا جو انہیں قرآن کریم کی ایک ایک آیت سے متعلق اپنے استاذ سے سوال کرنے پر آمادہ کرتا، وہ سوال کرنے سے کبھی ہچکچاتے نہیں تھے۔ ان سے یہ روایت بھی منقول ہے کہ "کوئی شرم کرنے والا اور متکبر علم کو نہیں سیکھ سکتا"۷۹۔ کثرت سے ایسی روایات موجود ہیں جس میں تفسیر اخذ کرنے کی خاطر ابن عباس سے ان کی قربت کا خصوصی تذکرہ ہے۔ امام طبری مجاہد کے حوالہ سے روایت کرتے ہوئے لکھتے ہیں، "میں نے سورۃ فاتحہ سے آخر سورہ تک مصحف کو تین بار ابن عباسؓ کے سامنے پیش کیا۔ اس کی ایک ایک آیت پر توقف کر کے میں اس کے بارے میں ان سے پوچھتا رہا"۸۰۔ داؤدی کی طبقات المفسرین میں ہے، "میں ایک ایک آیت پر توقف کرتا اور پوچھتا کہ کس کے بارے میں نازل ہوئی اور کیسے نازل ہوئی۔ اگر میں نے ابن مسعود کی قراءت کے مطابق پڑھا ہوتا تو قرآن کے بہت سے مقامات پر مجھے ابن عباس سے پوچھنے کی ضرورت پیش نہ آتی"۸۱۔ اس میں کوئی شک نہیں کہ تفسیر سے یہ شغف صرف الفاظ کی دلالت کی بحث وتحقیق تک محدود نہیں تھا، بلکہ ان کا شغف صحابہ کے اس علم سے تھا جس نے مشاہیر صحابہ کی تفسیر کو جمع کر رکھا تھا۔ اسی لئے ابن جبر ابن عباس کے سامنے ایک ایک آیت پر توقف کرتے تاکہ معنی ومفہوم، اسباب نزول، نسخ، احکام اور دوسری چیزوں کے متعلق معلومات حاصل کر سکیں۔ "المحرر الوجیز" کے مقدمہ میں ابن

عطیہ نے اس کو اس طرح سے پیش کیا ہے کہ، ''مجاہد نے ابن عباس کے سامنے پورے فہم وشعور اور توقف کے ساتھ زانوئے تلمذ تہ کیا ہے'' ۸۲۔

مجاہد کی تدوین تفسیر

ابن جبر کا طریقہ یہ تھا کہ وہ مختلف صحابہ کرام سے جو کچھ بھی سنتے اس کو مدون کر لیتے اور بے پناہ شغف کی بنا پر کوئی چیز ان کے لئے مانع نہیں ہوتی تھی۔ یہاں تک کہ وہ صحابہ کی خاص مجلسوں میں انہیں جا لیتے اور انہوں نے اللہ کے رسول ﷺ سے براہ راست جو کچھ سنا تھا، اس کی درخواست کرتے۔ خطیب بغدادی نے مجاہد کے حوالہ سے بیان کیا ہے کہ، ''میں عبداللہ بن عمرؓ کی خدمت میں حاضر ہوا اور ان کے بستر کے نیچے سے میں نے ایک صحیفہ اٹھالیا۔ انہوں نے مجھے روک دیا، میں نے عرض کیا، آپ تو مجھے کسی چیز سے نہیں روکتے تھے، انہوں نے جواب دیا: یہ صادقہ ہے۔ یہ میں نے اللہ کے رسول ﷺ سے سنا ہے میرے اور اس کے درمیان کوئی نہیں ہے'' ۸۳۔ مجاہد نے صحابہ کرام سے جو کچھ بھی سنا تھا اس کی تدوین کا کام بھی کیا، بالخصوص حبر الامۃ ابن عباس کی تمام روایات کو جمع کر دیا۔ ابو جعفر طبری لکھتے ہیں، ''ابن ملیکہ کہتے ہیں کہ میں نے مجاہد کو ابن عباس سے قرآن کریم کی تفسیر پوچھتے ہوئے دیکھا اور ان کے ساتھ کچھ تختیاں تھیں، ابن عباس ان سے کہتے لکھ لو، راوی کہتے ہیں کہ مجاہد نے پوری تفسیر کے متعلق ان سے پوچھ لیا'' ۸۴۔ ابن ابی ملیکہ نے پورے قرآن کریم کی تفسیر یعنی ابن عباسؓ کے حوالہ سے قرآن کریم کی ایک ایک آیت کی تفسیر کے ابن جبر کے قلمبند کرنے کی جو شہادت دی ہے اور مجاہد کی جن تختیوں کی طرف اشارہ کیا ہے اس سے اس تفسیر کے زمانہ کتابت کی تعیین ہو جاتی ہے۔ ہمیں قطعی طور پر اس بات کا علم ہے کہ ابن عباسؓ کی وفات ۶۸ ھ میں ہو چکی تھی، اس کا مطلب یہ ہے کہ ابن جبر نے اپنے استاذ کی وفات سے قبل اس کو مدون کر لیا تھا۔ اس لئے یہ تفسیر اب تک کے دستیاب علمی مراجع کے لحاظ سے قرآن کریم کی سب سے قدیم مکمل ترین تفسیر ہے۔ ابن عباسؓ کی وفات کے بعد مجاہد نے مسند تدریس سنبھالی اور

طالبینِ علم نبوت کے سامنے اپنی اس تفسیر کو پیش کیا جس کی جمع وتدوین انہوں نے کی تھی۔ ابن جبر نے اتنے ہی پر اکتفا نہیں کیا بلکہ ایسا معلوم ہوتا ہے کہ انہوں نے ذہین طلبہ کو اس بات کی بھی اجازت دے دی کہ وہ ان کی کتاب سے براہ راست اخذ کر لیں۔ **تقیید العلم** میں ابویحییٰ کے حوالہ سے اس بات کا ذکر ملتا ہے کہ ''مجاہد مجھے لے کر اپنے کمرے میں چلے جاتے اور میرے سامنے اپنی کتابیں پیش کر دیتے اور میں ان سے نقل کر لیتا'' ۸۵۔

ابن جبر کی تدوینِ تفسیر کی بحث وتحقیق میں معاصرین کی کاوشیں

جدید قرآنی تحقیقات میں مجاہد بن جبر کی تفسیر کی اہمیت بہت محدود رہی ہے اور حد تو یہ ہے کہ مکہ میں مدرسۂ تفسیر کے آغاز وارتقاء کے لئے مخصوص تحقیقات جو مجاہد کی محقق تفسیر کی اشاعت کے بعد پچھلی دہائیوں میں منظر عام پر آئی ہیں، اس میں بھی تفسیر کی اس قدیم ترین تدوین کو مناسب جگہ نہیں مل سکی ہے ۸۶۔ غالباً تفسیرِ مجاہد کی بحث وتحقیق میں اب تک جو اہم ترین علمی کام سامنے آئے ہیں، وہ درج ذیل ہیں:

(۱) شیخ عبدالرحمٰن طاہر السورتی نے اس تفسیر پر تحقیق وتعلیق کی ہے اور انہیں کی کاوشوں سے سالہا سال مخطوطہ کی شکل میں رہنے کے بعد یہ پہلی بار قارئین کے سامنے مطبوعہ شکل پیش ہو سکی ہے۔ حکومت قطر میں دینی معاملات کے مدیر نے اس کی اشاعت کا فریضہ انجام دیا ہے۔

(۲) ڈاکٹر محمد عبدالسلام ابوالنیل نے ڈاکٹریٹ کے مقالہ میں دوبارہ اس تفسیر کی تحقیق کی ہے اور دولت امارات عربیہ متحدہ کی لجنۃ التراث والتاریخ نے اس کی اشاعت کی ہے۔

(۳) تفسیر مجاہد سے متعلق شائع شدہ تیسرا اہم کام جامعہ اردن کے ڈاکٹر نوفل کا ہے۔ اس میں انہوں نے منہج کے پہلو کو پیش نظر رکھا ہے۔ ''مجاھد المفسر والتفسیر'' کے عنوان سے یہ شائع ہو چکا ہے۔ دار الصفوۃ، قاہرہ نے بھی ۱۳۶۰ھ (۱۹۶۱ء) میں اسے شائع کیا ہے۔

اس عمدہ سرمایہ کی بحث و تحقیق میں جس اصل پر اعتماد کیا گیا ہے وہ قاہرہ کے دارالکتب المصریۃ گوشۂ تفسیر میں ۱۰۷۵نمبر پر محفوظ ہے۔اس مخطوطہ کی نقل کی تاریخ ۵۴۴ھ (۱۱۴۹-۱۱۵۰ء) ہے۸۷۔اس تفسیر کا کوئی دوسرا نسخہ دستیاب نہیں ہے۔اس کے دونوں محققین کا اعتماد دارالکتب المصریۃ کے اسی مخطوطہ پر ہے،اس کے علاوہ کوئی اور نسخہ انہیں دستیاب نہیں ہوسکا۔شیخ سورتی نے اپنے مقدمہ میں اس بات کی صراحت کی ہے کہ،"تفسیر مجاہد کی قرارت اوراس کے نص کی تحقیق میں میرا تمام تر انحصار اسی عکسی نسخہ پر رہا ہے،اس لئے کہ اس تفسیر کا کوئی اور نسخہ مجھے دستیاب نہیں ہوسکا"۸۸۔ڈاکٹر ابوالنیل نے اپنے مقدمہ میں اس کی صراحت ان الفاظ میں کی ہے،"مخطوطہ نادر ہے،اس کا کوئی ثانی نہیں ہے۔اپنی استطاعت کی حد تک بحث و تحقیق کے باوجود مجھے اس کا کوئی دوسرا نسخہ دستیاب نہیں ہوسکا"۸۹۔

تفسیر کے باب میں مجاہد کی روایات کی اسناد

ان تفسیری روایات کو دو قسم میں تقسیم کیا جاسکتا ہے:

(۱) وہ روایات جو تاریخ تفسیر میں پہلی مرتبہ رونما ہونے والی ان کی تفسیر میں موجود ہیں۔

(۲) وہ روایات جو دوسرے مصادر بالخصوص حدیث نبوی اور دوسری امہات التفسیر میں موجود ہیں۔

ابن جبر کے تلامذہ جنہوں نے ان سے تفسیر کو اخذ کیا ہے یا جنہیں ان کے الواح سے کتابت کی اجازت حاصل رہی ہے،ان کی تعداد کے لحاظ سے ابن جبر کی تفسیر کے متعدد طرق ہیں اور عبداللہ بن ابی نجیح مکی کی سند ان میں سب سے زیادہ پختہ اور قابل اعتماد ہے۔سنت و تفسیر کے مصادر میں تفسیر مجاہد جن مختلف طرق سے مروی ہے،ان کی چھان بین آسان نہیں ہے۔قدیم مصادر کی تمام کتابوں میں ہی اس جلیل القدر تابعی کی روایات ملتی ہیں۔

کتب حدیث میں مجاہد کی تفسیری روایات

امام بخاری، مصنف بن ابی شیبۃ، ترمذی، نسائی اور طبرانی نے معجم کبیر میں غالبا سب سے زیادہ مجاہد بن جبر کی تفسیری روایات کو جگہ دی ہے۔ ابن ابی شیبہ نے "الکتاب المصنف فی الاحادیث والآثار" کے فضائل القرآن میں مجاہد کی بہت سی تفسیری روایات کی تخریج کی ہے اور یہ روایات جن اہم ترین سندوں سے مروی ہیں ان میں ابن ابی نجیح، لیث، منصور بن معتمر، قاسم شامل ہیں۔ ابن ابی شیبہ کی مذکورہ کتاب میں مجاہد کی روایات کی تعداد تیس ہے، اس میں سے بارہ تفسیر کے باب میں ہیں۹۰۔

امام بخاری کے یہاں مجاہد کی تفسیری روایات ابن ابی نجیح، منصور بن معتمر، عوام بن حوشب، سلیمان الاحول، ابو حصین بن یحیی، عمرو بن دینار، جعفر بن ایاس اور سفیان بن سعید کی سندوں سے آئی ہیں۹۱۔ امام ترمذی کی جامع میں یہ تفسیری روایات نضر بن عربی باہلی، مغیرہ بن مقسم، جعفر بن ایاس، ابو بشر، ایوب وغیرہ کی سند سے مروی ہیں۔ امام نسائی نے المجتبی کے "جامع ما جاء فی القرآن" میں احرف سبعہ کی حدیث نقل کی ہے جسے مجاہد بن جبر نے دو سندوں سے بیان کیا ہے، ایک متصل اور دوسری مرسل۔ ابو القاسم الطبرانی کی معجم الکبیر میں مجاہد کی تفسیری روایات سب سے زیادہ بیان ہوئی ہیں۔ اس کی گیارہویں جلد میں مجاہد کی ابن عباس سے تفسیری روایات کثرت سے پیش کی گئی ہیں۔ طبرانی نے اٹھارہ طرق سے مجاہد کی تفسیری روایات کو بیان کیا ہے، ان میں سے ابن ابی نجیح، مجاہد عن ابن عباس، عبد الوہاب بن مجاہد، اعمش، عمرو بن مرۃ، منصور وغیرہ کی سندیں کافی اہم ہیں۔

تفسیر بالماثور کی امہات التفاسیر میں مجاہد کی تفسیری روایات

کتب تفسیر میں ابن جبر کی روایات سے استفادہ کیا گیا ہے اور تقریباً ہر تفسیر میں ان کی روایات موجود ہیں۔ ابن جبر کی روایات کو نقل کرنے والے مشہور ترین مفسرین کی فہرست درج ذیل ہے:

(۱) عبد الرزاق بن ہمام الحمیری نے اپنی تفسیر میں ابن ابی نجیح، اعمش، عبد الوہاب بن مجاہد وغیرہ کی سندوں سے مجاہد بن جبر سے روایت کی ہے۔

(۲) مجاہد سے روایت کرنے والے مفسرین میں عبدالرزاق کے شاگرد عبد بن حمید بن نصر کا نام بھی ہے۔ سیوطی نے الدر المنثور میں ان کی تمام روایات کو جمع کر دیا ہے۔

(۳) تفسیر بالماثور کی روایت کا اہتمام کرنے والوں میں مجاہد کی تفسیری روایات کو نقل کرنے والوں میں سب سے مشہور نام ابن جریر طبری کا ہے۔ ڈاکٹر محمد عبدالکلام ابو النیل نے اپنی تحقیق کے مقدمہ میں اس بات کی صراحت کی ہے کہ جامع البیان میں تقریبا دو ہزار روایتیں مجاہد سے منقول ہیں۔

(۴) مجاہد کی تفسیری روایات نقل کرنے والوں میں محمد بن ابراہیم المنذر نیساپوری بھی شامل ہیں۔ درمنثور میں ابن منذر کی مجاہد کے حوالہ سے بہت سی روایات شامل ہیں۔

(۵) ان مفسرین میں ایک اہم نام ابو حاتم رازی کا بھی ہے، ان کی کتاب التفسیر المسند میں مجاہد کی بہت سی روایات موجود ہیں۔ چوتھی صدی ہجری کے بعد جو تفاسیر منظر عام پر آئی ہیں، ان میں خاص طور پر یہ نمایاں ہے اور ابن ابی حاتم سے اسے اخذ کیا گیا ہے بالخصوص تفسیر ابن کثیر اور درمنثور میں۔

فقہاء کی کتب میں مجاہد کی تفسیری روایات

ائمہ اعلام میں مجاہد کی تفسیر پر سب سے زیادہ اعتماد امام شافعیؒ کو ہے۔ امام شافعی نے اپنی کتاب میں ابن ابی نجیح کی سند سے ابن جبر کی بعض روایات بیان کی ہیں۔ رسالہ میں امام شافعیؒ نے "وانہ لذکر لك ولقومك" کی تشریح میں مجاہد کے حوالہ سے روایت نقل کی ہے۔ انہوں نے لکھا ہے، "کہا جاتا ہے آدمی کس میں سے؟ جواب ہے عرب میں سے، عرب کے کس قبیلہ سے، کہا جاتا ہے قریش سے ۹۲۔ امام شافعیؒ نے رسالہ میں مجاہد کے حوالہ سے "ورفعنا لك ذكرك" کی تشریح میں یہ روایت بھی نقل کی ہے کہ اللہ تعالی فرماتا ہے جہاں کہیں بھی میرا ذکر ہوگا میرے ساتھ تمہارا ذکر بھی کیا جائے گا "أشهد ان لا اله الا الله واشهد ان محمدا رسول الله" ۹۳۔ بالکل واضح ہے کہ تدوین پھر زبانی روایت دونوں نے مجاہد سے منقول تفسیری روایات کو قدیم محدثین، فقہاء اور اہل روایت میں شہرت

ادا کرنے میں اہم کردار ادا کیا ہے۔مجاہد سے سب سے مشہور سند ابن ابی نجیح کی ہے ۔انہوں نے مجاہد کی کتابِ تفسیر کی روایت کی ہے۔ابن ابی نجیح کی عدالت اور اس بات کے ثبوت کی بنا پر کہ انہوں نے ابن عباسؓ سے روایت اخذ کی ہے، سعید بن منصور، ابن ابی شیبہ، بخاری ابو یعلی الموصلی حدیث نبوی کے مشاہیر مصنفین میں ان کی مجاہد سے روایت کو قبول عام حاصل ہے۔مزید برآں آثار کی کتابوں میں مجاہد کی بیشتر روایات ابن ابی نجیح کی سند سے مروی ہیں۔اس کا یہ مطلب ہرگز نہیں ہے کہ عبداللہ ثقفی کی سند صرف علماء روایت ہی میں مشہور ہے۔انہوں نے ابن جبر کے دیگر تلامذہ کی طرح ان کی روایات کی تخریج کی ہے۔محقق کے لئے یہ بات آسان نہیں ہے کہ وہ ان تمام طرق کا احاطہ کر سکے جس سے تفسیری روایات کا سلسلہ ابن جبر تک پہنچتا ہے۔ان کے تلامذہ کی تعداد بہت زیادہ ہے اور وہ عدالت وضبط میں مشہور ہیں ۔جب تصنیف کا زمانہ آیا تو مختلف کتابوں میں ان کی اپنے شیخ سے نقل کردہ روایات منتشر ہو گئیں۔

تفسیر کے دوسرے مدون–سعید بن جبیر الاسدی

ہماری اپنی معلومات کی حد تک سعید بن جبیر اسدی کی کتاب قرآن کریم کی دوسری مکمل تفسیر ہے۔ایک سے زائد مرجع میں اس کی تدوین کی طرف اشارہ ملتا ہے اور کم از کم دوصدی تک مصر میں محدثین ومفسرین کے درمیان یہ تفسیر متداول رہی۔ابوحاتم رازی کی تفسیر چوتھی صدی ہجری سے اس کے وجود کی شہادت فراہم کرتی ہے۔یہ کتاب اس حد تک غیر معروف رہی کہ علوم القرآن والتفسیر کی متعدد امہات الکتب کی بھی اس تک رسائی نہیں ہوئی اور اس کے مصنف ابن جبیر اسدی کا ذکر کرتے وقت بھی اس کی طرف اشارہ نہیں کیا گیا۔اس کتاب کی ندرت اس وجہ سے اور بڑھ جاتی ہے کہ موجودہ دور میں بعض محققین نے دور از کار مصادر سے اس کی روایات کو جمع کرنے کا بیڑہ اٹھایا ہے۹۴۔اس کا سبب یہ ہے کہ معاصرین کی ایک بڑی تعداد اس بات سے بھی ناواقف ہے کہ تفسیر کی دنیا میں ایک مکمل کتاب ایسی موجود ہے جس کو ابن جبیر نے جمع کیا ہے۔اس کا سبب یہ بھی

ہوسکتا ہے کہ اس تفسیر کی مکمل اصل کا حصول دشوار ہے۔

ابن جبیر کا علمی مقام اور ان کی تدوینِ تفسیر

سعید بن جبیر اسدی طبقۂ تابعین میں علم کے اساطین میں ہیں۔ اپنے زمانہ کے مشاہیر صحابہ سے انہوں نے روایت کی ہے اور ابن عباس سے روایت کرنے میں مشہور ہیں جو افتار کے لئے انہیں اپنے سامنے آگے بڑھاتے تھے۔ معرفة القراء میں ذہبی نے ان کے متعلق لکھا ہے کہ ''ابو عمرو اور منہال بن عمرو نے ان کے سامنے زانوئے تلمذ تہ کیا ہے، ابن عباس، عدی بن حاتم، ابن عمر، عبداللہ بن مغفل اور ابو ہریرہ وغیرہ سے انہوں نے روایت کی ہے[۹۵]۔ "البداية و النهاية" میں ابن کثیر ان کے متعلق لکھتے ہیں، ''ابن عباسؓ کے عزیز شاگردوں میں سے ہیں۔ تفسیر، فقہ، علوم کی مختلف قسمیں اور تقوی وتدین میں ان کا شمار ائمہ اسلام میں ہوتا ہے۔ صحابہ کی ایک بڑی تعداد کو دیکھنے اور ان سے روایت کرنے کا انہیں شرف حاصل ہے۔ بہت سے تابعین نے ان سے روایت کی ہے''[۹۶]۔

علم تفسیر اور اس کی تدوین سے ان کا شغف

مجاہد کی طرح ابن جبیر نے بھی مکہ میں ابن عباسؓ کے سامنے زانوئے تلمذ تہ کرکے بصیرت حاصل کی اور ان کبار صحابہ سے روایات بیان کیں جن سے ملاقات کا انہیں شرف حاصل تھا۔ اس عظیم تابعی کا طرزِ عمل یہ تھا کہ انھوں نے جو کچھ حاصل کیا کبھی اس پر قانع نہیں ہوئے بلکہ اس میں اضافہ کے ہمیشہ خواہش مند رہے۔ ان کا مشہور قول ہے کہ ''آدمی جب تک طالب علم ہو عالم ہوتا ہے، جہاں اس نے علم سے قطع تعلق کرکے یہ سمجھ لیا کہ وہ اب اس سے بے نیاز ہے اور اس کے پاس جو علم ہے وہ کافی ہے تو وہ سب سے بڑا جاہل ہے''[۹۷]۔ اور اللہ کے رسول ﷺ کی اس حدیث پر عمل کرتے ہوئے جسے سعید نے ابن عباس کے حوالہ سے بیان کیا ہے کہ ''تم سنتے ہو اور وہ تم سے بھی سنتا ہے اور اس شخص سے بھی جو تم سے سنتا ہے''[۹۸]۔ ابن جبیر صحابہ کرام کے پاس بیٹھ کر ان سے آثار نبوت کی سماعت کرتے تھے۔ ابن سعد، ابن عبدالبر، خطیب بغدادی وغیرہ کے یہاں ابن

جبیر کی اس وقت کی زندگی کے نقوش ملتے ہیں، جب وہ مکہ میں مدرسہ ابن عباس میں طالب علم تھے۔ ان لوگوں نے جو کچھ بھی بیان کیا ہے، وہ اس علم کے جویا طالب علم کے حق میں زندہ شہادت ہے کہ وہ تفسیر کی دنیا میں حجت قرار پائے گا۔

''طبقات کبریٰ'' میں ابن سعد کی سند سے منقول ہے کہ سعید بن جبیر نے فرمایا، ''بعض دفعہ میں ابن عباسؓ کی خدمت میں حاضر ہوتا اور اپنے صحیفہ میں نوٹ کرتا یہاں تک کہ وہ بھر جاتا پھر اپنے چپلوں پر لکھتا یہاں تک کہ وہ بھر جاتا اور اپنی ہتھیلی پر لکھتا اور بعض دفعہ بغیر کسی حدیث کے لکھے ہی رخصت ہو جاتا تھا، کوئی ان سے کسی چیز کے متعلق دریافت نہیں کرتا تھا'' ۹۹؎۔ ''جامع بیان العلم'' میں سعید بن جبیر سے مذکور ہے کہ، ''وہ ابن عباس کے ساتھ ہوتے تھے اور ان سے حدیث سن کر اسے کجاوے میں لکھ لیتے تھے پھر منزل پر پہنچ کر اس کو نقل کر لیتے'' ۱۰۰؎۔ ''تقیید العلم'' میں خطیب بغدادی کے حوالہ سے ہے کہ سعید بن جبیر فرماتے ہیں، ''ابن عباسؓ مجھ سے صحیفہ میں املا کراتے تھے یہاں تک کہ وہ بھر جاتا اور میں اپنے نعل پر لکھتا یہاں تک کہ وہ بھی بھر جاتا'' ۱۰۱؎۔ ابن عباس نے ان کو اجازت دے رکھی تھی اور اہل کوفہ کو یہ حکم دیا تھا کہ وہ ان سے اخذ کریں۔ ابن عباس سے روایت ہے کہ، ''اے اہل کوفہ تم مجھ سے سوال کرتے ہو حالانکہ سعید بن جبیر تم میں موجود ہیں ۱۰۲؎۔ کوفہ میں مستقل سکونت پذیر ہونے کے باوجود ابن جبیر بہت سی چیزوں سے متعلق ابن عباسؓ سے پوچھنے کے لئے مکہ کے سفر کو سفر نہیں سمجھتے تھے۔ بغدادی نے مغیرہ بن نعمان کے حوالہ سے روایت کی ہے کہ میں نے سعید بن جبیر کو فرماتے ہوئے سنا کہ اہل کوفہ کا اس آیت ''**ومن یقتل مؤمناً متعمداً فجزاؤہ جھنم خالداً فیھا**'' کے باب میں اختلاف ہو گیا تو میں نے ابن عباس کے پاس جا کر ان سے اس کے متعلق دریافت کیا ۱۰۳؎، بعینہ یہی واقعہ ابن عمرؓ کے ساتھ بھی پیش آیا۔ ابن عباسؓ کی ۶۸ ھ (۶۸۷-۶۸۸ء) میں وفات کے بعد ابن جبیر مسند تدریس پر فائز ہوئے اور اپنے طلبہ کے سامنے تفسیر کا املا کراتے۔ وفار بن ایاس سے روایت ہے کہ میں نے عزرہ کو ابن جبیر کے پاس جاتے ہوئے دیکھا، ان کے پاس ایک کتاب میں تفسیر تھی اور سیاہی بھی جو بدلتی رہتی

تھی ۱۰۴ھ۔ خود ابن جبیر نے عبد الملک بن مروان کی درخواست پر قرآن کریم کی مکمل تفسیر کو جمع کیا ہے۔ عطار بن دینار کی روایت میں اس کے اشارات ملتے ہیں۔ حافظ عبد الرحمٰن رازی نے اپنی تفسیر میں اسے نقل کیا ہے اور اسی تفسیر سے بعد میں ان کی روایات ابن کثیر اور سیوطی وغیرہ نے اپنی اپنی تفسیر میں نقل کیا ہے۔

عبد الملک بن مروان کی ایمار پر ابن جبیر کی تدوینِ تفسیر

رجال کی کتابوں اور جرح وتعدیل کی تصنیفات سے باہر ہمیں کوئی ایسی چیز نظر نہیں آتی جس سے ابن جبیر کی اس تدوین تفسیر کا سراغ مل سکے۔ یہی ایک ایسا تنہا مصدر ہے جس نے اس تفسیر کو پیش کیا ہے اور بعد کی تفاسیر مثلاً ابن کثیر اور درمنثور وغیرہ جس نے ابو حاتم کی تفسیر پر اعتماد کیا ہے، اس میں بھی رازی کی بیان کردہ سند کا اتصال عطار بن دینار عن سعید بن جبیر کی سند پر ختم ہو جاتا ہے۔ اس کا ایک سبب یہ بھی ہوسکتا ہے کہ عموماً عطار تفسیر کو ''وجادۃ'' بیان کرتے تھے۔ لہٰذا قرینِ قیاس یہی ہے کہ ابو حاتم نے ہی ابن جبیر کی تفسیری تدوین کو باقی رکھا ہے۔ اس کی وجہ یہ ہے کہ جب انہوں نے اپنی تفسیر جمع کرنے کا ارادہ کیا تو اس کے ضمن میں مشاہیر تابعین اور دیگر افراد کی متداول تفسیر کو بھی بیان کر دیا۔ ابن حاتم کا سفرِ مصر، وہاں کے علمائے کرام سے اخذ واستفادہ جن کے حلقوں میں اس اثر کی شہرت تھی اور حافظ عبید اللہ بن عبد الکریم جنھوں نے اس تفسیر کو سن کر یحییٰ بن عبد اللہ بن بکیر سے اس کی روایت بھی کی ہے، ان سے شرف تلمذ کی بنا پر جب ابن ابو حاتم نے ایسی تفسیر کو جمع کیا تو اس کے ضمن میں ابن جبیر کی تفسیر کو بھی شامل کر لیا۔ ابن ابو حاتم نے اس محرک کا بھی ذکر کیا ہے جس کی وجہ سے ابن جبیر نے اپنی تفسیر جمع کرنے کا ارادہ کیا۔ یہ اس بات کی دلیل ہے کہ سعید بن جبیر کی طرف اس تفسیر کی نسبت کا انہیں بخوبی علم تھا اور اس کی روایت کے مختلف طرق سے بھی انہیں واقفیت بھی تھی۔

''جرح وتعدیل'' میں ابن ابو حاتم لکھتے ہیں، ''عطار بن دینار مصر کے ثقہ راویوں میں سے ہیں اور سعید بن جبیر سے مروی ان کی تفسیر ایک صحیفہ ہے۔ ان کے پاس

سعید بن جبیر سے سماعت کی کوئی دلیل نہیں ہے۱۰۵۔ ایک دوسری جگہ عطاء بن دینار سے متعلق ایک سوال کے جواب میں لکھتے ہیں، "ان کی حدیث صحیح ہے، البتہ تفسیر انہوں نے 'دیوان' سے اخذ کیا ہے۔ عبدالملک بن مروان نے سعید بن جبیر سے درخواست کی کہ وہ قرآن کریم کی تفسیر لکھ کر ان کے پاس روانہ کریں تو سعید بن جبیر نے اس تفسیر کو قلمبند کیا۔ عطاء بن دینار کو دیوان میں یہ تفسیر مل گئی، انہوں نے اسے لے لیا اور سعید بن جبیر سے اسے مرسل بیان کرنا شروع کر دیا۱۰۶۔ ایسا محسوس ہوتا ہے کہ ابن جبیر اور عبدالملک کے درمیان مراسلت ہوتی رہی۔ عبدالملک ان رسائل میں غریب القرآن سے متعلق دریافت کرتا رہا اور اس مراسلت نے قرآن کریم کی ایسی مکمل تفسیر کی درخواست کی شکل اختیار کر لی جو خلیفہ کے تصرف میں ہو جس سے وہ رجوع کر سکے۔ درمنثور میں سیوطی نے لکھا ہے کہ، "عبدالملک نے ابن جبیر کو ایک خط لکھا جس میں ایک آیت "ویسئلونك عن العفو" کی تفسیر معلوم کی۔ ابن جبیر نے جواب دیا، العفو کے تین پہلو ہیں، گناہوں سے اجتناب، خرچ کرنے میں اعتدال اور لوگوں کے ساتھ احسان کا معاملہ کرنا"۱۰۷۔ سابقہ آثار کی بنیاد پر ابن مروان نے مکی مدرسۂ تفسیر کے تمام اساتذۂ تفسیر کے درمیان سے ابن جبیر کا انتخاب کر کے ان سے خلیفہ کے لئے تفسیر جمع کرنے کی درخواست کی۔ سعید نے ان کی طلب کے جواب میں قرآن کریم کی تفسیر کو جمع کر کے ایک صحیفہ میں مدون کر دیا۔ عبدالملک کے سامنے یہ تفسیر پیش ہوئی اور اس نے اسے بحفاظت 'دیوان' میں رکھ دیا۔

تفسیر ابن جبیر کا زمانہ

جن مصادر میں اس تفسیر کا ذکر ہوا ہے، ان میں سب سے اہم بات یہ ہے کہ ابن جبیر نے عبدالملک بن مروان کی درخواست کے جواب میں عملاً قرآن کریم کی تفسیر کو جمع کیا تھا۔ ان مصادر میں اس بات کی تاکید بھی ہے کہ یہ تفسیر خلیفہ کے دیوان میں رکھی گئی تھی۔ موجود تاریخی شواہد کی روشنی میں یہ بات کہی جا سکتی ہے کہ مجاہد کی سابقہ تفسیر کے بعد یہ قرآن کریم کی دوسری مکمل تفسیر ہے۔ اس لئے کہ تاریخ سے یہ بات ثابت ہے کہ حجاج

بن یوسف نے ۹۴ھ (۱۲-۷۱۳ء) میں ابن جبیر کو قتل کردیا تھا[۱۰۸]۔ اسی طرح عبدالملک بن مروان جن کے لیے تفسیر تحریر کی گئی تھی ان کا بھی ۸۶ھ (۷۰۵ء) میں انتقال ہو چکا تھا[۱۰۹]۔ اس کا مطلب یہ ہے کہ ۸۶ھ (۷۰۵ء) سے پہلے ہی یہ تفسیر وجود میں آچکی تھی اس لئے کہ ابو حاتم وغیرہ کے یہاں اس بات کی صراحت ملتی ہے کہ ابن مروان کو یہ تفسیر حاصل ہوگئی تھی۔

ایک اور تاریخی شہادت جو اس تفسیر کے زمانہ تصنیف کی تعیین میں معاون ثابت ہوسکتی ہے، یہ ہے کہ حجاج بن یوسف نے ابن جبیر کو مکہ سے اپنے پاس بلانے کے لئے جس براہِ راست سبب کا استعمال کیا تھا، وہ یہ تھا کہ ابن جبیر نے عبدالرحمٰن بن اشعث کی حجاج کے خلاف بغاوت میں اور پھر خود عبدالملک بن مروان کے خلاف بغاوت میں اس کا ساتھ دیا تھا[۱۱۰]۔ حجاج کے خلاف اشعث کی بغاوت اور اس سے جنگ کی ابتدا ۸۱ھ (۷۰۰ء) میں ہوئی تھی اور اس میں ابن جبیر کے ساتھ علماء تابعین کی ایک بڑی تعداد اشعث کے لشکر میں شامل تھی[۱۱۱] اور یہ بات باور کرنا مشکل ہے کہ ابن جبیر کی اشعث کے ساتھ ابن مروان کے خلاف بغاوت کے باوجود اس نے ان سے اپنے لئے تفسیر جمع کرنے کی درخواست کی ہوگی اور اس حالت میں ابن جبیر کا اس کی درخواست قبول کرنے کا بھی کوئی امکان نہیں ہے۔ سابقہ تفصیل سے یہ بات واضح ہوجاتی ہے کہ یہ تفسیر ۸۱ھ (۷۰۰ء) میں اشعث کی بغاوت سے قبل تحریر کی گئی تھی اور عبدالملک بن مروان نے ۶۵ھ (۶۸۴-۶۸۵ء) میں اپنے والد کی وفات کے بعد مسند خلافت پر بیٹھنے کے کچھ ہی مدت بعد اس کی درخواست کی تھی۔

تفسیر ابن جبیر کی روایت کے مختلف طرق

سعید بن جبیر کی تفسیر عطاء بن دینار ہذلی کی سند سے منقول ہے، لیکن چونکہ عطاء نے ابن جبیر سے اس کی سماعت نہیں کی ہے، بلکہ اس تفسیر کو 'وجادۃً' نقل کیا ہے، اس لئے محدثین اور علماء اثر کے یہاں ابن جبیر کی مدون کردہ تفسیر کی عطاء کی روایت کا زیادہ اہتمام نہیں ملتا ہے اور انہوں نے ابن جبیر کے ان تلامذہ کی متفرق روایات کو جنہوں نے براہ

راست ان سے سماعت کی ہے، ابن عطار کی روایت پر ترجیح دی ہے، اسی وجہ سے سعید ابن جبیر کی تفسیری روایات دو طرق سے منقول ہیں۔

(۱) وجادۃً - اس کا تعلق ابن مروان کے لیے مدون کردہ تفسیر کی عطار بن دینار کی روایت سے ہے۔

(۲) سماعا - ابن جبیر کے ان تلامذہ کی ایک بڑی تعداد ہے جنہوں نے الگ الگ ان سے تفسیر کی سماعت کی ہے۔ محدثین اور جمہور علماءِ اثر نے انہیں کی روایات پر اعتماد کیا ہے۔

عطار کی سند سے تفسیر ابن جبیر کی وجادۃً روایت

ابن جبیر اسدی کی تفسیر ایک زمانہ تک ابن مروان کی لائبریری میں رہنے کے بعد عطار بن دینار ہذلی کے ہاتھ لگ گئی۔ وہ اسے لے کر شام سے مصر چلے گئے۔ جہاں فسطاط کے ایک شہر حمرار میں سکونت اختیار کر کے وہیں اس کی روایت شروع کر دی اور بہت سے لوگوں نے ان سے اس کی سماعت کی۔ عطار کے بارے میں علمار رجال کے خیالات اس طرح ہیں ۔ احمد بن حنبل کہتے ہیں "عطار بن دینار مصری ثقہ راوی ہیں۱۱۲۔ نسائی نے کہا ان سے روایت کرنے میں کوئی حرج نہیں، ابن حبان نے بھی ثقات میں ان کا تذکرہ کیا ہے۔ ابن یونس نے ثقہ اور مستقیم الحدیث کہا ہے۱۱۳۔ ابوحاتم رازی نے ان سے روایت کو درست کہا ہے۱۱۴۔ ابو داؤد نے ثقہ قرار دیا ہے۔ علی بن حسین نے بھی انہیں مصر کے ثقہ راویوں میں شمار کیا ہے۱۱۵۔ ان کی عدالت کی وجہ سے ابن جبیر کی ان روایات کو قبول حاصل ہے باوجود کہ انہوں نے ان سے اس کی سماعت نہیں کی ہے۔ بلکہ ابن مروان کے دیوان میں پا کر اس سے استفادہ کیا ہے۔ مفسرین کے لحاظ سے عطار بن دینار کی تفسیر تحریر شدہ اور حجت ہے۱۱۶۔ نقل تفسیر اور اس کی ادئیگی کے طرق تین ہیں ۱۱۷۔

شیخ نے قرائت کی ہو یا اس کے سامنے قرارت کی گئی ہو

الاجازۃ - شیخ نے اس کی اجازت دی ہو

الوجادۃ - وجادۃ کی تفصیل یہ ہے کہ کوئی شخص قرآن کریم کی تفسیر کسی ایسے شخص

کی تحریر میں پائے جو اسے بیان کرتا ہے۔ خواہ اس کی ملاقات اس سے ہو یا نہ ہو۔ نہ تو اس نے اس سے اس کی سماعت کی ہو اور نہ ہی اس نے اسے اس کی اجازت دی ہو۔ پھر وہ ادائیگی کے وقت کہے میں نے فلاں کی تحریر میں پایا۔ اس نے ہمیں باخبر کیا پھر اسناد اور متن پیش کرے۔ یہ اس صورت میں جب اسے یقین ہو کہ یہ اس کی تحریر ہے اور جب اعتماد نہ ہو تو کہے میرا خیال ہے کہ وہ فلاں کی تحریر ہے یا اسی طرح کے کلمات سے ادا کرے ۱۱۸۔ البتہ محدثین کے نزدیک وجادۃ نقل کا سب سے کم تر درجہ ہے ۱۱۹ اور بعض ائمہ نے اسے ناقابل قبول قرار دیا ہے ۱۲۰۔ عطار کی عدالت کی وجہ سے محدثین نے عطار کی ابن جبیر سے روایت کو قبول تو کیا ہے لیکن عطار کی سند سے سعید سے تخریج نہیں کی ہے۔ عطار کی سوانح میں ابو حاتم رازی لکھتے ہیں، ''عطار نے سعید بن جبیر اور حکیم بن شریک ہذلی سے روایت کی ہے ۱۲۱۔ ڈاکٹر محمد ابوشہبہ نے اپنی کتاب ''الاسرائیلیات والموضوعات فی کتب التفسیر'' کے اندر ''روایات الضعفاء عن ابن عباس وطرقھا'' کے ضمن میں عطار بن دینار کی سند کا تذکرہ کیا ہے۔ وہ لکھتے ہیں، ''عطار بھی ان میں شامل ہیں، ان میں لین ہے، وہ ابن جبیر کے حوالہ سے ابن عباس سے روایت کرتے ہیں اور ان سے ابن لہیعہ روایت کرتے ہیں اور وہ ضعیف ہیں'' ۱۲۲۔ لیکن چونکہ عطار بن دینار نے تفسیر ابن جبیر کی وجادۃ روایت کی ہے، اس لئے ابوشہبہ کا عطار کے متعلق یہ کہنا کہ ان میں لین ہے، اس کی کوئی دلیل نہیں ہے اور جب تک اس کا سبب واضح نہ ہو، اس کا اعتبار نہیں ہوگا۔ بالخصوص جرح وتعدیل کے متشددین مثلاً امام نسائی نے بھی انہیں عادل قرار دیا ہے۔

سابقہ مباحث سے یہ بات بالکل واضح ہے کہ ابن جبیر نے قرآن کریم کی مکمل تفسیر کی تدوین کی تھی۔ البتہ ہماری معلومات کی حد تک ابن مروان کے دیوان میں موجود اس کا صرف ایک ہی نسخہ محفوظ رہ سکا ہے۔ ابن جبیر سے اس تفسیر کی روایت کے مشہور نہ ہونے کا ایک سبب ان کی اپنی زندگی بھی ہو سکتی ہے۔ کیونکہ تدوین تفسیر کے بعد وہ حجاج بن یوسف کے عتاب کا نشانہ بن گئے تھے۔ چنانچہ وہ چھپ چھپ کر در بدر بھٹکتے ہوئے زندگی بسر کر رہے تھے۔ جس کی وجہ سے ان کی تفسیری روایات ان کے تلامذہ میں منتشر ہو گئیں

جنہوں نے الگ الگ ان سے تفسیر کی سماعت کی تھی۔ جب ائمہ حدیث نے ان کی صحیح روایات کو الگ کرنا چاہا تو ان کے پاس ایک ہی راستہ تھا کہ وہ ان تلامذہ کی روایات پر اعتماد کرلیں اور عطار کی مکمل روایت کو ترک کردیں کیونکہ انہوں نے براہ راست ان سے اس کی سماعت نہیں کی تھی۔ ابن جبیر کے اس مرحلہ زندگی پر روشنی ڈالتے ہوئے ابن کثیر نے لکھا ہے، ''حجاج کو فتح حاصل ہونے کے بعد سعید نے اصفہان میں پناہ لی پھر وہ سال میں دو مرتبہ حج اور عمرہ کی غرض سے مکہ آتے رہے اور بعض دفعہ آپ نے کوفہ جا کر وہاں حدیث بیان کی، البتہ خراسان میں حدیث نہیں بیان کرتے تھے۔ اس لئے کہ وہاں ان سے کوئی کسی بھی علم سے متعلق سوال نہیں کرتا تھا۔ ابن جبیر کہا کرتے تھے مجھے اپنے اس علم کی فکر ہے جو میرے پاس موجود ہے، میری خواہش ہے کہ لوگ اسے اخذ کرلیں۔ بارہ سال تک اسی طرح وہ حجاج سے بچ بچا کر زندگی کے شب و روز بسر کرتے رہے اور پھر خالد القسری نے انہیں مکہ سے حجاج بن یوسف کے پاس بھیج دیا''[۱۲۳]۔ لیکن ابن جبیر کی مدون تفسیر جسے عطار نے وجادۃً روایت کی ہے اور ائمہ حدیث نے اس کی تخریج نہیں کی ہے، اسے عطار بن دینار نے مصر میں رائج علمی حلقوں کی کتب تفسیر سے اخذ کیا ہے۔

عطا کی روایت کردہ تفسیر ابن جبیر کی مصر میں شہرت

عطار بن دینار مصر پہنچے اور شہر فسطاط میں سکونت اختیار کرلینے کے بعد وہاں موجود طلبہ کے سامنے حدیث بیان کرتے اور اہل مصر کے سامنے بیان کردہ احادیث میں تفسیر ابن جبیر بھی تھی جو عطار کو ابن مروان کے دیوان میں ملی تھی۔ عطار بن دینار کے تلامذہ میں سے مشہور ترین رواۃ جنہوں نے ان سے اس تفسیر کو نقل کیا ہے، تین ہیں:

(۱) ابوزرعۃ حیوۃ بن شریح بن صفوان بن مالک مصری[۱۲۴] متوفی ۱۵۸ھ (۷۷۴-۷۷۵ء) چوتھے طبقہ کے مشاہرین تابعین میں ان کا شمار ہے[۱۲۵]۔ حافظ مزی اور ابن حجر عسقلانی دونوں نے عطار بن دینار سے ان کی روایت کا تذکرہ کیا ہے[۱۲۶]۔ حیوۃ سے پھر دوسرے بہت سے لوگوں نے بھی روایت کی ہے۔ عبداللہ ابن مبارک المروزی ان میں سب سے

زیادہ مشہور ہیں۔ حیوۃ بن شریح کے بارے میں ان کا یہ قول بہت مشہور ہے کہ ''حیوۃ کے علاوہ جس شخص کی بھی خوبیاں میرے سامنے بیان کی گئیں جب میں نے اسے دیکھا تو وہ اپنی خوبیوں سے کم تر تھا لیکن حیوۃ اپنی صفات سے بڑھ کر تھے'' ۱۲۷۔

(۲) ابو یحیی سعید بن ایوب بن مقلاص الخزاعی مصری متوفی ۱۶۱ھ ۱۲۸ چوتھے طبقہ کے مصر کے بزرگ اور مشائخ میں ان کا شمار ہوتا تھا ۱۲۹۔ ابن ابوحاتم، ابو الحجاج المزی، ابن حجر عسقلانی سب نے عطاء بن دینار سے ان کی روایت کا ذکر کیا ہے ۱۳۰۔ عبداللہ بن مبارک، عبداللہ بن وہب اور عبدالرحمٰن مقری وغیرہ نے ابو ایوب سے روایت اخذ کی ہے ۱۳۱۔

(۳) عبداللہ بن لہیعہ بن عقبہ مصری متوفی ۱۷۴ھ (۷۹۰-۷۹۱ء) مصر کے پانچویں طبقہ میں ان کا شمار ہوتا ہے ۱۳۲، ابن ابی حاتم نے لکھا ہے کہ انہوں نے عطاء بن دینار سے روایت کی ہے ۱۳۳۔ ابو عبداللہ ذہبی اور ابن حجر عسقلانی کے یہاں بھی اس کی طرف اشارات ملتے ہیں ۱۳۴۔ جمہور نقاد حدیث نے ابن لہیعہ پر جرح کی ہے ۱۳۵۔ اس لئے کہ ۱۷۰ھ (۷۸۶-۷۸۷ء) میں ان کے گھر میں آگ لگ گئی تھی جس سے ان کی ساری کتابیں راکھ ہوگئیں ۱۳۶۔ ان کے سامنے مناکیر پڑھے جاتے تھے۔ تاریخ صغیر میں مذکور ہے کہ یحیی بن سعید ان سے روایت کرنے میں کوئی حرج محسوس نہیں کرتے تھے۔ ابن بکیر کہتے ہیں کہ ۱۷۰ھ میں ان کا گھر اور ان کی ساری کتابیں جل کر راکھ ہوگئیں ۱۳۷۔ ابن حجر نے لکھا ہے کہ ابن لہیعہ آخری عمر میں ذہنی خلل کا شکار ہوگئے تھے اور ان کی روایتوں میں غیر معروف باتوں کی کثرت ہے ۱۳۸۔ عبداللہ بن مبارک، سعید بن ابی مریم اور یحییٰ بن عبداللہ بن بکیر وغیرہ نے ابن لہیعہ سے روایت کی ہے۔ لیکن علماء کے نزدیک ان کی صرف وہی روایتیں قابل قبول ہیں جو ان کی کتابوں کے نذر آتش ہونے اور ان کے نسیان کا شکار ہونے سے قبل روایت کی گئی ہیں۔ دارقطنی نے ''الضعفاء والمتروکین'' میں اس بات کی صراحت کی ہے کہ ''عبادلہ یعنی ابن مبارک، المقری، ابن وہب نے ان سے جو روایتیں بیان کی ہیں، وہی قابل اعتبار ہیں'' ۱۳۹۔ ابن ابی حاتم لکھتے ہیں، ''ابن

لہیعہ کی کتب جل کر خاک ہوگئیں، ابن مبارک، المقری جنہوں نے کتابوں کے جلنے سے قبل ان سے روایت کی ہے، ان کی روایات ان سے زیادہ صحیح ہیں جنہوں نے کتاب کے نذر آتش ہونے کے بعد روایتیں لکھی ہیں اور ابن لہیعہ کو ضعیف قرار دیا ہے۱۴۰۔ ذہبی لکھتے ہیں کہ، "ابن مبارک اور اس پائے کے دوسرے عالم کو چھوڑ کر میں نے جس سے بھی ابن لہیعہ کی کوئی حدیث سنی ہے، اس کی میرے نزدیک کوئی حیثیت نہیں ہے"۱۴۱۔

ابن ابی حاتم کے حوالہ سے تفسیر ابن جبیر کی روایت اور بعد کے مفسرین میں اس کا رواج

یہ بات آچکی ہے کہ تفسیر ابن کثیر میں بہت سی ایسی تفسیری روایات شامل ہیں جن کا ابی حاتم نے عطار بن دینار کی سند سے ابن جبیر کی طرف انتساب کیا ہے۔ ابن ابی حاتم کی سند اس طرح ہے، "حدثنا ابوزرعة، حدثنا یحیی بن عبداللہ بن بکیر، حدثنی عبداللہ بن لہیعہ، حدثنی عطار بن دینار عن سعید بن جبیر۱۴۲۔ ابن لہیعہ سے تفسیری روایت کرنے والے یحیٰ بن عبداللہ بن بکیر متوفی ۲۳۱ھ (۸۴۵-۸۴۶ء) کو ابن سعد نے مصر کے چھٹے طبقہ میں شمار کیا ہے۱۴۳۔ امام نسائی نے انہیں ضعیف قرار دیا ہے۱۴۴۔ اور ذہبی نے اس بات کی صراحت کی ہے کہ یحیٰ بن عبداللہ ثقہ راوی ہیں۔ ابو حاتم انہیں حجت نہیں مانتے اور دارقطنی کے نزدیک ان سے روایت کرنے میں کوئی حرج نہیں ہے۱۴۵۔ ابن حجر عسقلانی نے لکھا ہے کہ، "امام بخاری کی یحیی بن عبداللہ بن بکیر سے ملاقات ہوئی اور انہوں نے ایک شخص کے حوالہ سے ان سے حدیث بھی بیان کی ہے۔ مؤطا میں امام مالک سے بھی روایت بیان کی گئی ہے اور لیث سے کثرت سے روایات بیان کی گئی ہیں"۔ امام بخاری نے "التاریخ الصغیر" میں لکھا ہے، "تاریخ کے باب میں ابن بکیر نے اہل حجاز سے جو کچھ بیان کیا ہے میں اس سے بچتا ہوں"۔ یہ اس بات کی دلیل ہے کہ وہ اپنے اساتذہ کی حدیث کا انتخاب کرتے تھے۔ یہی وجہ ہے کہ پانچ حدیث کو چھوڑ کر امام مالک کے حوالہ سے ان سے جن روایات کی بھی تخریج کی گئی ہے وہ مشہور و متداول ہیں اور لیث کے حوالہ

سے ان سے بیشتر منقول روایات بھی معتبر ہیں۔ امام مسلم اور ابن ماجہ نے ان کی روایت کی ہے۱۴۶۔ ابن فرحون نے ان کے متعلق لکھا ہے کہ انہوں نے سترہ مرتبہ امام مالک سے مؤطا کی سماعت کی ہے۱۴۷۔

یحییٰ بن عبداللہ بن بکیر سے ابو زرعۃ رازی نے تفسیر ابن جبیر کو اخذ کیا ہے۔ ابو زرعۃ متوفی ۲۶۴ھ (۸۷۷-۸۷۸ء) ری کے رہنے والے ہیں۔ چوتھے طبقہ کے ناقدین علماء میں ان کا شمار ہے۱۴۸۔ اپنے دوسرے سفر میں مصر کی زیارت کے دوران انہوں نے ابن بکیر سے روایت کی ہے جیسا کہ "تہذیب التہذیب" میں صراحت ہے۱۴۹ کہ، "۱۲۷ھ (۷۴۴-۷۴۵ء) میں دوسری مرتبہ میں ری سے نکلا اور ۱۳۲ھ (۷۴۹-۷۵۰ء) کی ابتدا میں واپس لوٹ آیا۔ حج کرنے کے بعد میں مصر چلا گیا، پندرہ مہینہ میں مصر میں رہا، مصر میں آمد کے ابتدائی زمانے میں میرا خیال تھا کہ وہاں میرا مقام بہت کم تر ہے"۱۵۰۔ اپنے سفر کے دوران عراق، شام، مصر اور حرمین کے بہت سے علماء سے انہوں نے سماعت کی۔ اپنے حافظہ، ورع وتقویٰ، علم وعمل میں وہ یکتائے روزگار تھے۱۵۱۔ مصر میں دوران قیام جو چیزیں انہوں نے اخذ کی تھیں اس میں ابن جبیر کی تفسیر بھی تھی جسے انہوں نے ابن بکیر کے حوالہ سے بیان کیا ہے۔ عین ممکن ہے کی مصر کے شہر فسطاط میں دورانِ قیام دوسروں سے بھی اس کی سماعت کی ہو۔ اس لئے کہ وہاں کے علماء کے مابین یہ تفسیر متداول تھی، ابو زرعۃ سے عبدالرحمٰن بن ابی حاتم نے اسے اخذ کیا ہے۔ خلیلی نے ان کے بارے میں لکھا ہے کہ، ''انہوں نے اپنے والد اور ابو زرعۃ کے علم کو اخذ کیا اور مختلف علوم وفنون اور معرفۃ الرجال میں انہیں درک حاصل تھا۱۵۲۔ اور جب ابن ابی حاتم نے اپنی تفسیر "التفسیر المسند" یا تفسیر ابن حاتم جیسا کہ متداول ہے جمع کیا تو اپنی تفسیر میں تفسیر ابن جبیر کو بھی شامل کرلیا۔ جس کی سماعت عن ابوزرعۃ عن ابوبکیر عن ابن لہیعہ عن عطاء عن جبیر سے کی ہے۔

حدیث وآثار کے ضمن میں ابن جبیر کی تفسیری روایات

حدیث وآثار کے ضمن میں ابن جبیر کی تفسیری روایات کی دو قسمیں کی جاتی ہیں:

(۱) عطاء بن دینار کی سند سے ابن جبیر کی روایات جس سے ابن مروان کی

درخواست پر ابن جبیر کی جمع و مدون کردہ تفسیر تشکیل پاتی ہے۔

(۲) ابن جبیر سے منقول سماعاً تفسیری روایات جو خاص طور پر کتب حدیث میں منقول ہیں۔

کتبِ آثار میں عطار کی سند سے ابن جبیر کی تفسیری روایات

ابن ابی حاتم کی "التفسیر المسند" کو سب سے اہم مصدر خیال کیا جاتا ہے جس نے عطار کی سند سے تفسیر ابن جبیر کو جمع کیا ہے، ابو حاتم نے ابو زرعہ سے تفسیر کی سماعت کی تھی اور تفسیر ابن جبیر کی سماعت یحیی بن عبداللہ سے کی تھی۔ امام طبری کی جامع البیان کی طرح ابو حاتم رازی نے تفسیر مسند میں اپنے شیوخ صحابہ کرام اور تابعین کی تفسیری روایات کو جمع کر کے بعد میں آنے والے مفسرین کے سامنے پیش کر دیا ہے۔ تذکرۃ الحفاظ میں ذہبی نے وضاحت کی ہے کہ تفسیر ابن ابی حاتم چار جلدوں میں ہے۱۵۳۔ اس کے برعکس سیوطی اور داؤدی نے طبقات المفسرین میں یہ خیال ظاہر کیا ہے کہ تفسیر مسند کی بارہ جلدیں ہیں۱۵۴۔ دارالکتب المصریہ میں اس کا پہلا اور ساتواں جز موجود ہے۱۵۵ اور مدینہ منورۃ کے مکتبہ محمودیہ میں چوتھی جلد کا مخطوطہ موجود ہے۱۵۶، عین ممکن ہے کہ دوسرے مراکز میں باقی اجزاء کے مخطوطات بھی موجود ہوں۱۵۷۔

ابن جبیر کی تفسیری روایات کا دوسرا اہم مصدر محمد بن ابراہیم منذر نیساپوری کی تفسیر ہے۔ سیوطی ان کے بارے میں لکھتے ہیں، "انہوں نے بہت سی کتابیں تصنیف کی ہیں، فقہ اور دیگر موضوعات پر ان کی جیسی تصنیفات نہیں لکھی گئیں۔ حدیث اور اختلاف کی معرفت میں انہیں بلند مقام حاصل تھا"۱۵۸۔ تیسری صدی ہجری کے نصف آخر کے آغاز میں ابن منذر مصر گئے اور وہاں کے اساتذہ سے جن کے مابین عطار بن دینار کی پیش کردہ تفسیر بن جبیر مشہور تھی اس کی روایت کی۔ درمنثور میں ابن منذر کی بہت سی روایات شامل ہیں جو انہوں نے ابن جبیر کے حوالہ سے بیان کی ہیں، بعد میں سیوطی نے ان سندوں کو حذف کر کے اسے نقل کر دیا ہے۔

عطار کی سند سے ابن جبیر کی تفسیری روایات پر مشتمل تیسرا اہم مصدر ابن جریر

طبری کی جامع البیان ہے۔ تفسیر طبری میں ان روایات کی قلت تعداد کے باوجود ان کی اسانید سے تیسری صدی ہجری میں مصر میں ابن جبیر کی کتاب کے مختلف طرق ہمارے سامنے واضح ہو جاتے ہیں۔ سعید بن ایوب الخزاعی نے عطار بن دینار کے حوالہ سے جو روایت بیان کی ہے وہ یونس کی ابن وہب کی سند سے امام طبری تک پہنچتی ہے۱۵۹۔ اسی طرح ابن لہیعہ کی روایت امام طبری کے یہاں ابو مریم کے حوالہ سے عبد الرحیم البرقی اور ابن حمید اور ابن مبارک کی سند سے مروی ہے۱۶۰۔

ابن جبیر کی تفسیری روایات کا چوتھا اہم مرجع تفسیر ابن ماجه القزوینی ہے۔ مصر کے سفر کے دوران انہوں نے ان روایات کو اخذ کیا۱۶۱ اور ابو زرعۃ سے اخذ کردہ روایات کے ضمن میں اسے بیان کیا۔ طبقات المفسرین میں داودی لکھتے ہیں، ''تفسیر سنن، اور تاریخ کے موضوع پر ان کی کتابیں ہیں''۱۶۲۔ ابو زرعۃ کی سوانح میں لکھتے ہیں کہ ان کے اساتذہ میں حرملۃ، ترمذی اور ابن ماجہ نے ان سے حدیث بیان کی ہے۱۶۳۔

تیسری صدی ہجری کے نصف اول کے آخر میں ابن ماجہ کا مصر جانا ہوا اور انہوں نے وہاں کے اساتذہ مثلاً یونس بن اعلی، حرملہ بن یحیی، محمد بن حارث وغیرہ سے حدیث کی سماعت کی۱۶۴۔ عطار کی سند سے تفسیر ابن جبیر کے ناقل اہم ترین مصادر میں حافظ ابو نعیم احمد اصفہانی کی ''حلیة الاولیاء وطبقات الاصفیاء'' بھی شامل ہے۔ ابو نعیم نے ابن جبیر کی بعض تفسیری روایات کے ضمن میں ''حلیة الاولیاء'' کے چوتھے جز میں ایک اہم پہلو کی طرف اشارہ کیا ہے۔ ابن کثیر نے اپنی تفسیر میں عطار کی سند سے سعید بن جبیر کے حوالہ سے ابن ابی حاتم کی بہت سی تفسیری روایات کو قلمبند کیا ہے۔ ابن کثیر جامع البیان کی طرح تفسیر مسند سے بھی اخذ کرتے ہیں اور تفسیر مسند سے ابن جبیر کی بہت سی تفسیری روایات انہوں نے سند کے ذکر کے بغیر نقل کر دی ہیں۔ ہیثمی کی مجمع الزوائد میں ابن جبیر کی بعض تفسیری روایات موجود ہیں۔ ابن جبیر کی تفسیری روایات کی ناقل ایک اہم تفسیر سیوطی کی در منثور بھی ہے۔ اس تفسیر میں تیسری اور چوتھی صدی ہجری کے دوران منظر عام پر آنے والی تصنیفات کی جمع و تلخیص شامل ہے۔ سیوطی نے اپنی تفسیر لکھتے وقت

جن اہم ترین مصادر پر اعتماد کیا ہے، ان میں خاص طور پر ابن ابی حاتم، ابن المنذ راور تفسیر طبری کو اہمیت حاصل ہے۔ رازی کی تفسیر مسند اور تفسیر ابن منذر کی سند سے ابن جبیر کی تفسیری روایات عطار بن دینار کی سند سے درمنثور میں نقل کی گئی ہیں۔ طبقات المفسرین میں سیوطی نے اس بات کی طرف اشارہ کیا ہے کہ ان کا انحصار تفسیر رازی اور تفسیر ابن منذر پر رہا ہے۔ ابن ابی حاتم کی سوانح میں وہ لکھتے ہیں کہ ان کی تصنیف میں بارہ جلدوں میں تفسیر مسند بھی ہے جس کا خلاصہ میں نے اپنی تفسیر میں پیش کیا ہے ۱۶۵۔ ابن منذر کی سوانح میں لکھتے ہیں کہ انہوں نے بہت سی نادر کتابیں تصنیف کی ہیں، کتاب التفسیر سے میں واقف ہوں ۱۶۶۔ البتہ امام سیوطی بعض نادر حالات کے علاوہ روایات نقل کرتے وقت سند حذف کر دیتے ہیں۔ یہ وہ اہم ترین مصادر ہیں جنہوں نے مصر میں عطار بن دینار کی روایت کردہ تفسیر ابن جبیر کو نقل کیا ہے۔ تفسیر کی اس کتاب کے بارے میں ہمیں کچھ معلوم نہیں جسے ابن جبیر نے عبدالملک بن مروان کے لئے تیار کیا تھا اور جس کی فسطاط میں دورانِ قیام دیوان سے اخذ کرنے کے بعد عطار نے روایت کی تھی۔ لیکن ہم تفسیر مسند اور دیگر تفاسیر جنہوں نے اس کتاب کے بہت سے حصوں کو نقل کیا ہے، ان پر انحصار کر کے اس کتاب کو جمع کر سکتے ہیں۔ البتہ اس بات کا اعتراف ضروری ہے کہ اس تفسیر کو ضائع ہونے سے بچانے کا پورا شرف ابن ابی حاتم کو حاصل ہے ۱۶۷۔

تفسیر سعید بن جبیر مصادرِ سنت میں

یہ بات گزر چکی ہے کہ عطار بن دینار نے ابن جبیر سے تفسیر کی سماعت نہیں کی تھی بلکہ اس کو وجادۃً بیان کیا تھا، اس لئے علمائے سنت نے اپنی تصنیف قلمبند کرتے وقت ان کی روایت پر اعتماد نہیں کیا اور ان کے علاوہ دوسری اسناد سے ابن جبیر کی روایات کی تخریج کی۔ حافظ سعید بن منصور نے آیت کریمہ: "**فصعق من فی السمٰوٰت ومن فی الارض الا من شاء الله**" (الزمر: ۶۸/۳۹) کی تفسیر میں حجر الہجری کی سند سے ابن جبیر سے روایت کی ہے ۱۶۸۔ اسی طرح بعض دیگر آیات کی تفسیر میں ابو البشر کی سند سے ابن

جبیر کی روایت کی ہے۱۶۹؎۔ حافظ ابن ابی شیبہ نے اپنی تفسیر میں ابو العلار، سائب، اعمش وغیرہ کی سند سے ابن جبیر سے روایت کی ہے۱۷۰؎۔ امام بخاری نے چودہ طرق سے ابن جبیر سے روایات کی تخریج کی ہے۔ صحیح بخاری میں ابن جبیر سے روایت کرنے والے مشہور ترین رواۃ میں منصور بن معتمر، ابو البشر، عمرو بن مرۃ، عمرو بن دینار وغیرہ شامل ہیں۱۷۱؎۔ فضائل القرآن میں امام نسائی نے عبداللہ بن عیسی اور عبدالاعلی بن عامر الثعلبی کی سند سے ابن جبیر سے روایت کی ہے۱۷۲؎۔ اور فضل فاتحۃ الکتاب میں امام نسائی نے عبداللہ بن عیسی کی سند سے ابن جبیر سے روایت کی ہے۔ اسی طرح "جامع ما جاء فی القرآن" میں موسی بن ابی عائشۃ اور عکرمۃ بن ابی خالد کی سند سے ابن جبیر سے روایت کی ہے۱۷۳؎۔ شیخ الاسلام ابو یعلی موصلی نے مسند ابن عباس میں ابن جبیر کی تفسیری روایت کو مغیرہ بن نعمان، جعفر اور قاسم بن ایوب کی سند سے تخریج کی ہے۱۷۴؎ اور مسند ابو عوانہ اسفرائنی میں ابن جبیر کی تفسیری روایات جعفر بن ایاس اور ابو بشر کی سند سے مروی ہے۱۷۵؎۔ امام طبرانی کے یہاں ابن جبیر کی وہ تفسیری روایات جس کی نسبت "المعجم الکبیر" میں ابن عباس کی طرف ہے، خفیف، سالم الافطس، اعمش، عدی بن ثابت، منہال بن عمرو اور عطار بن سائب کی سند سے وارد ہے۱۷۶؎۔ ایسا نہیں ہے کہ عطار بن دینار کی سند سے ابن جبیر کی تفسیری روایات کی تخریج صرف ائمہ حدیث نے نہیں کی ہے بلکہ امام شافعیؒ نے بھی ابن جبیر کی تفسیری روایات کو عبدالملک بن جریج کی سند سے بیان کیا ہے۱۷۷؎ اور امام عبدالرزاق بن ہمام حمیری نے بھی اپنی تفسیر میں ابو بشر، لیث، عبدالکریم الجزری، محمد بن سوقہ اور ابو ہذیل وغیرہ کی سندوں سے ابن جبیر سے روایت کیا ہے۱۷۸؎۔

خلاصہ کلام

پہلی صدی ہجری کے دوران تدوینِ تفسیر کے ابتدائی نقوش کے اس موضوع نے ان تمام تحقیقات کی حقیقت کو آشکار کر دیا ہے جس میں علم تفسیر کی تاریخ پیش کی گئی ہے۔ تدوین تفسیر کے آغاز کے موضوع پر اب تک جو کچھ تحریر کیا گیا ہے اس کا جائزہ لینے پر

معلوم ہوتا ہے کہ ائمہ روایت ہی نے اس سلسلہ کی روایات کو محفوظ رکھا ہے اور اس کے لئے انہوں نے زبردست کاوشیں کی ہیں۔ اس ضمن میں انہوں نے روایات کے نقد اور اس کی چھان بین کے لئے علمی قواعد تیار کئے۔ مختلف اخبار و روایات کو جمع کیا اور پھر اپنے وضع کردہ قوانین کی ان اخبار پر تطبیق کی۔ بعد میں آنے والے افراد پر ان علماء کی فضیلت بالکل واضح ہے۔ لہٰذا انہوں نے ان کی کاوشوں سے فائدہ اٹھایا۔ اس مقالہ میں پہلی صدی ہجری کے نصف آخر میں پہلی تدوین کے منتشر اجزاء کو جمع کرنے کی کوشش کی گئی ہے اور اس بحث کا ارتکاز ائمہ روایت کے علمی سرمایہ اور ان کی تصنیفات اور تاریخ الرواۃ اور جرح وتعدیل سے متعلق ان کی تصنیفات پر رہا ہے۔ اس بحث کے مختلف مباحث کی روشنی میں نقل اخبار یا اس کی تنقید اور اس سے استنباط کرنے کے سلسلے میں ان دونوں علم (تاریخ الرواۃ، جرح وتعدیل) کا اثر بالکل واضح ہے۔ اس پوری بحث کا خلاصہ یہ ہے کہ قرآن کریم کی مکمل تفسیر کی تدوین کا عمل بہت پہلے شروع ہوا اور پہلی صدی کے نصف آخر کے شروع میں یہ مکمل ہو چکا تھا۔ قدیم وجدید مختلف کتب کے مشمولات کے برعکس تدوین تفسیر کا زمانہ اس کے بعد تک مؤخر نہیں رہا۔ اللہ تعالیٰ نے علم تفسیر کے لئے اس امت کے جلیل القدر افراد کو متعین کر دیا تھا جنہوں نے اس کی ذمہ داری اٹھائی اور بعد والوں تک اسے منتقل کر دیا۔ تفسیر کے نقل کرنے میں حافظہ اور صحیفہ نے اہم کردار ادا کیا ہے۔

حواشی و مراجع

۱۔ مسلم بن حجاج القشیری، الجامع الصحیح، کتاب العتق، باب تحریم تولی العتیق غیر موالیہ، حدیث نمبر ۳۷۹۰

۲۔ محمد بن اسمٰعیل البخاری، الجامع الصحیح، کتاب العلم، باب کتابۃ العلم، حدیث نمبر ۱۱۱

۳۔ تفصیل کے لئے دیکھیے: محمد شمس الدین داؤدی، طبقات المفسرین، دارالکتب العلمیۃ، بیروت، ۳۵۸/۱

۴۔ دیکھئے: محمد شمس الدین داؤدی، طبقات المفسرین، ۳۳۰/۲

۵ محمد شمس الدین داؤدی، طبقات المفسرین، ۳۵۷/۲

٦ ابن خلکان، وفیات الاعیان، (تحقیق احسان عباس)، دار الثقافہ، بیروت، ۴٦۲/۳

۷ بدر الدین الزرکشی، البرھان فی علوم القرآن (تحقیق محمد ابو الفضل ابراہیم) دار الفکر، بیروت، ۱۴۰۰ھ، ۱۵۹/۲

۸ عثمان بن عبد الرحمٰن ابن الصلاح، علوم الحدیث (تحقیق ڈاکٹر نور الدین عتر) المکتبہ العلمیۃ، بیروت، ۱۴۰۱ھ، ۱۱۴/۲۴

۹ بطور مثال دیکھئے تفسیر ابن جبیر کی مرکزی سند، ''أنبأ عبد الرحمٰن، قال: حدثنا ابراہیم، قال: حدثنا آدم، شاورقار، عن ان ابی نجیح عن مجاہد''

۱۰ محمد مصطفیٰ الاعظمی، بحوث فی الحدیث النبوی و تاریخ تدوینہ، الباب الخامس، ''تحمل العلم''، جامعۃ الریاض، ص ۳۲۷

۱۱ حوالہ مذکور، ص ۳۲۷

۱۲ ابن خلدون، المقدمۃ، دار الجیل، بیروت، ص ۴۸٦

۱۳ عبد الحق ابن عطیہ، المحرر الوجیز، وزارۃ الاوقاف، رباط، ۱۳۹۵ھ، ۱۸/۱-۱۹

۱۴ ابو حامد الغزالی، احیاء علوم الدین، تحشیہ حافظ العراقی، دار المعرفۃ، بیروت، ۷۹/۱

۱۵ ابن تیمیہ، الفتاوی، دار المعارف، رباط، ۳۲۲/۲۰

۱٦ ابن عطیہ، المحرر الوجیز، ص ۱۹

۱۷ ابو عبد اللہ محمد بن احمد القرطبی، الجامع لأحکام القرآن، بدون ناشر و تاریخ اشاعت، ۳۷/۱

۱۸ اثر جفری، کتاب المبانی فی نظم المعانی، مکتبہ خانجی، قاہرہ، ۱۹۵۴ء، ص ۱۹۹-۲۰۰

۱۹ الزرکشی، البرھان فی علوم القرآن، ۱۹۵/۲

۲۰ جلال الدین السیوطی، الاتقان فی علوم القرآن، دار الفکر، بیروت، ۱۹۰/۲

۲۱ ابن خلکان، وفیات الاعیان، ۱٦۴/۳

۲۲ ابن خلدون، المقدمۃ، ص ۴۸٦

۲۳ تفصیل کے لئے دیکھئے: حاجی خلیفہ، کشف الظنون، دار الفکر، بیروت، ۱۴۰۲ھ/۱۹۸۱ء، ج ۱، عمود ۴۳۰/ صدیق حسن القنوجی، ابجد العلوم، دار الباز، مکہ مکرمہ، ۱۸۰/۲

۲۴ کسی شخص کی روایت کے قابل قبول ہونے کے لئے اس میں چار چیزوں کا پایا جانا ضروری ہے۔ عقل، ضبط، اسلام، عدالت۔ تفصیل کے لئے دیکھئے: الکافیجی، التیسیر فی قواعد علم التفسیر، تحقیق ناصر بن محمد المطر ودی، دار القلم، دمشق، الطبعۃ الاولی، ۱۴۱۰ھ، ص ۲۲۵

۲۵ الطبری، جامع البیان، دار الجیل، بیروت، ۳۱/۱

۲۶ سیوطی، الاتقان فی علوم القرآن، ۱۸۸/۲

۲۷ عبدالعظیم الزرقانی، مناهل العرفان، دار احیاء التراث العربی، قاہرہ، ۴۹۶/۱

۲۸ تفصیل کے لئے ملاحظہ ہو: دائرہ معارف اسلامیہ میں مادہ تفسیر، ۳۴۹/۵ / نیز مناهج تجدید فی النحو والبلاغۃ والتفسیر، دار المعرفۃ، قاہرہ، ۱۹۶۱ء، ص ۲۷۳

۲۹ محمد فاضل ابن عاشور، التفسیر ورجالہ، المکتبۃ العصریۃ، صیدا، ص ۲۱

۳۰ محمد طاہر ابن عاشور، التحریر والتنویر، الدار الجماہیریۃ طرابلس، ۱۴/۲

۳۱ صبحی صالح، مباحث فی علوم القرآن، دار العلم للملایین، لبنان، الطبعۃ السابعۃ عشرۃ، ص ۲۹۰

۳۲ سید احمد خلیل، دراسات فی القرآن، دار النهضۃ، بیروت، ۱۹۶۹ء، ص ۱۱۱

۳۳ محمد زغلول سلام، اثر القرآن فی تطور النقد العربی الی آخر القرن الرابع الهجری، دار المعارف، قاہرہ، الطبعۃ الثانیہ، ۱۹۶۱ء، ص ۳۵

۳۴ مناع قطان، مباحث فی علوم القرآن، مؤسسہ الرسالہ بیروت، الطبعۃ السابعۃ، ۱۴۰۰ھ، ص ۳۴۱

۳۵ نورالدین عتر، علوم القرآن الکریم، دار الخیر، دمشق، الطبعۃ الاولیٰ، ۱۴۱۴ھ، ص ۴۷

۳۶ جورجی زیدان، تاریخ التمدن الاسلامی (تعلیق ڈاکٹر حسین مونس)، دار الهلال، قاہرہ، ۱۹۵۸ء، ۷۰/۳

۳۷ عبدالعال سالم مکرم، مکرر القرآن واثرہ فی الدراسات النحویہ، دار المعارف، قاہرہ، ۱۹۶۸ء، ص ۲۱۸

۳۸ احمد امین، ضحی الاسلام، لجنۃ التالیف، ۱۳۷/۲

۳۹ مصطفیٰ الصافی الجوینی، منهج الزمخشری فی التفسیر، دار المعارف، قاہرہ، الطبعہ الثانیہ، ۱۹۶۸ء، ص ۱۵

۴۰ محمد حسین الذہبی، التفسیر والمفسرون، دار الکتب الحدیثۃ، قاہرہ، الطبعۃ الثانیۃ، ۱۳۹۶ھ،

۱/۱۴۳-۱۴۴

۴۱ عبداللہ خورشید البری، القرآن و علومه فی مصر، دارالمعارف قاہرہ،۱۹۷۰ء، ص ۲۸۳
۴۲ محمد لطفی الصباغ، لمحات فی علوم القرآن، المکتب الاسلامی بیروت، ص ۱۴۱
۴۳ د. فواد سزگین، تاریخ التراث العربی، الھیئۃ المصریہ العامۃ، قاہرہ، ۱/۱۸۶
۴۴ فاروق حمادۃ، مدخل الی علوم القرآن، دارالمعارف، رباط، ۱۳۹۹ھ، ص ۲۳۷
۴۵ محمد حسین الصغیر، المبادی العامۃ للتفسیر، المؤسسۃ الجامعیہ، بیروت، ۱۴۰۳ھ، ص ۱۳۶
۴۶ احمد شرباصی، قصۃ التفسیر، دارالجیل، بیروت، الطبعۃ الثانیہ، ۱۹۷۸ء، ص ۶۳
۴۷ Hohamed Arkoun, Lecture du Coran, Lauthenticites Dcinrnedu Coran, Maisonncuue Paris,1982, pp.27-40
۴۸ تفصیل کے لئے ملاحظہ ہو، صغیر، المستشرقون والدراسات القرآنیۃ، المؤسسۃ الجامعیہ، بیروت، الطبعہ الاولی، ۱۴۰۳ھ، ص ۶۶
۴۹ گولڈ زیہر، ترجمہ عبدالحلیم نجار، مذاهب التفسیر الاسلامی، دار اقرار، بیروت، الطبعۃ الثالثۃ، ۱۴۰۵ھ، ص ۹۶-۹۷
۵۰ مذاهب التفسیر الاسلامی، محولہ بالا، ص ۷۶
۵۱ رتجس بلاجشتر، القرآن، نزوله وتدوینه وترجمته و تاثیره، ترجمہ رضا سعادۃ، دارالکتاب اللبنانی، بیروت، الطبعۃ الاولی، ۱۹۷۴ء، ص ۱۱۶
۵۲ داؤدی، طبقات المفسرین، ۱/۲۳۹۔ اس سے پہلے ابن ندیم نے کتاب الفہرست میں بھی اس کی طرف اشارہ کیا ہے، ملاحظہ ہو، ابن ندیم، کتاب الفہرست، دارالمسیرۃ، الطبعۃ الثالثۃ، ۱۹۸۸ء، ص ۳۶
۵۳ ابن عبدالبر النمری، جامع بیان العلم، المطبعۃ المنیریۃ، ۱/۷۲
۵۴ خطیب البغدادی، تقیید العلم (تحقیق ڈاکٹر یوسف العش) دار احیاء السنۃ، الطبعۃ الثانیہ، ۱۹۷۴ء، ص ۹۲
۵۵ بغدادی، تقیید العلم، ص ۹۲
۵۶ القاضی عیاض، الالماع الی معرفۃ اصول الروایہ و تقیید السماع (تحقیق احمد صقر)

دارالتراث، قاہرہ، المکتبۃ العتیقۃ، تونس، الطبعۃ الثانیۃ، ۱۳۹۸ھ، ص ۱۴۷

۵۷ البغدادی، تقیید العلم، ص ۹۲

۵۸ حاکم نے مسند حدیث کی تعریف یہ بیان کی ہے کہ محدث اپنے شیخ سے کسی ایسے ظاہری طریقہ سے روایت بیان کرے جس سے سماع ثابت ہو، اسی طرح شیخ کا دوسرے شیخ سے یہاں تک کہ سند صحابی رسول یا رسول ﷺ تک پہنچ جائے۔ تفصیل کے لئے ملاحظہ ہو: معرفۃ علوم الحدیث، المکتبۃ العلمیۃ، مدینہ منورۃ، الطبعۃ الثانیہ، ۱۳۹۷ھ، ص ۱۷

۵۹ مرفوع، موقوف، موقوف لفظاً مرفوع حکماً ان اصطلاحات کو سمجھنے کے لئے ملاحظہ کیجئے: العراقی، التبصرہ والتذکرۃ، المطبعۃ الجدیدۃ، فاس، ۱۳۵۴ھ، ۱۳۲/۱؛ ابن الصلاح، علوم الحدیث، تحقیق نورالدین عتر، المکتبۃ العلمیۃ، بیروت، ۱۴۰۱ھ، ص ۴۵، نیز سیوطی، تدریب الراوی شرح تقریب النووی، داراحیاء السنۃ بیروت، الطبعۃ الثانیہ، ۱۳۹۹ھ، ص ۱۹۲-۱۹۳

۶۰ خصوصاً تفسیر میں اجتہاد کے لئے ملاحظہ ہو، محمد بن عبداللہ ابن العربی، قانون التاویل (تحقیق محمد السلیمانی)، دارالقبلۃ، جدۃ، الطبعہ الاولی، ۱۴۰۶ھ، ص ۲۶۰

۶۱ ابن جریر الطبری، تاریخ الامم والملوک، دارالکتب العلمیۃ، بیروت، ۴۲۳/۳

۶۲ حوالہ مذکور، ۲۶۷/۳

۶۳ ابن کثیر، البدایۃ والنہایۃ، دارالفکر، بیروت، ۱۳۹۸ھ، ۵۷/۹

۶۴ دیکھئے: محمد عجاج الخطیب، اصول الحدیث، دارالفکر بیروت، ۱۴۰۱ھ، ص ۱۷۶

۶۵ ابن حبان البستی، مشاہیر علماء الامصار، قاہرہ، ۱۹۵۹ء، ص ۱۱۸

۶۶ ابن ابی حاتم الرازی، الجرح والتعدیل، دائرہ المعارف العثمانیہ دکن، حیدرآباد، ۳۳۲/۶

۶۷ ابراہیم بن علی الشیرازی، طبقات الفقہاء، دارالقلم، بیروت، ص ۴۶

۶۸ الداؤدی، طبقات المفسرین، ۱۸۸/۱

۶۹ الرازی، الجرح والتعدیل، ۳۳۲/۶

۷۰ دیکھئے: جلال الدین السیوطی، الدر المنثور فی التفسیر بالماثور، دارالفکر، بیروت، الطبعۃ الاولی، ۱۴۰۳ھ، ۶۰۷/۱

۷۱ ابن سعد، الطبقات الکبری، دار صادر، بیروت، ۴۶۶/۵

۷۲ الشیرازی، طبقات الفقهاء، ص ۵۸

۷۳ الداؤدی، طبقات المفسرین، ۳۰۵/۲

۷۴ ابن حبان، مشاهیر علماء الامصار، ص ۸۲

۷۵ شمس الدین الذہبی، معرفة القراء الکبار علی الطبقات والاعصار (تحقیق بشار عواد، شعیب ارناووط، صالح مہدی عباس) مؤسسۃ الرسالہ، بیروت، الطبعہ الثانیہ، ۱۴۰۸ھ، ۶۶/۱

۷۶ ابن کثیر، البدایة والنهایة، ۲۲۴/۹

۷۷ الذہبی، میزان الاعتدال فی نقد الرجال (تحقیق محمد البجاوی) دار احیاء الکتب العربیۃ، قاہرہ، الطبعۃ الاولی، ۱۳۸۲ھ، ۴۳۹/۳

۷۸ ابن کثیر، البدایہ والنهایہ، ۲۲۴/۹

۷۹ بخاری، الجامع الصحیح، کتاب العلم، باب الحیاء فی العلم

۸۰ الطبری، جامع البیان، ۳۱/۱

۸۱ الداؤدی، طبقات المفسرین، ۳۰۶/۲

۸۲ ابن عطیہ، المحرر الوجیز، ۹۱/۱

۸۳ البغدادی، تقیید العلم، (باب ذکر صحیفۃ عبداللہ بن عمرو "الصادقہ")، ص ۸۴

۸۴ الطبری، جامع البیان، ۳۱/۱

۸۵ البغدادی، تقیید العلم، ص ۱۰۵

۸۶ مجاہد کا مطالعہ اس لحاظ سے کیا جا سکتا تھا کہ وہ راویِ تفسیر ہیں، مثال کے طور پر دیکھئے: عبداللہ سلقینی، حبر الامة عبدالله بن عباس ومدرسته فی التفسیر بمکه المکرمة، دار السلام، قاہرہ، الطبعۃ الاولی، ۱۴۰۷ھ، ص ۱۱۵-۱۲۰

۸۷ تفسیر مجاهد (تحقیق عبدالرحمٰن سورتی) المنشورات العلمیۃ، بیروت، ۵۶/۱

۸۸ حوالہ مذکور، ۵۹/۱

۸۹ تفسیر الامام مجاهد (تحقیق محمد ابوالنیل) دار الفکر الاسلامی فی الحدیث، القاہرہ، ۱۴۱۰ھ، ص ۱۷۶

۹۰ مصنف ابن ابی شیبه، تقدیم وضبط/کمال یوسف الحوت، دارالتاج، ۱۴۰۹ھ، ج ٦ میں ابن جبیر کی تفسیری روایات کے نمبرات درج ذیل ہیں: ۲۹۹۷۱، ۲۹۹۷۳، ۳۰۰۲۱، ۳۰۰۵۱، ۳۰۰۶۹، ۳۰۱۳۹، ۳۰۱۴۵، ۳۰۱۵۷، ۳۰۱۵۹، ۳۰۲۰۷، ۳۰۲۱۷، ۳۰۲۸۳۔

۹۱ امام بخاری کی کتاب التفسیر میں مجاہد کے حوالہ سے چودہ روایتیں موجود ہیں۔زیادہ تر ابن عباسؓ سے روایت ہے اور بعض روایتیں بواسطہ ابن مسعودؓ سے بھی ہیں۔محمد فؤاد عبدالباقی کی ترقیم کے مطابق بخاری میں ان تفسیری روایات کے نمبرات یہ ہیں: ۴۴۹۸، ۴۵۳۱، ۴۶۳۲، ۴۶۴٦، ۴٦۴۵، ۴۷۲۰، ۴۸۰٦، ۴۸۰۷، ۴۸۱٦، ۴۸۱۷، ۴۸۵۲، ۴۹۱۷، ۴۹۴۰۔

۹۲ الشافعی، الرسالة (تحقیق شیخ احمد شاکر) دارالفکر، ص ۱۳-۱۴

۹۳ الرسالة، محولہ بالا، ص ۱٦

۹۴ جیسے تفسیر طبری، البتہ اس بات کی طرف اشارہ ضروری ہے کہ ابن جبیر کی عبدالملک بن مروان کے لئے مدون کردہ تفسیر سے بہت کم روایات اس میں شامل ہیں۔

۹۵ ذہبی، معرفة القراء، ۱/٦۸

۹٦ ابن کثیر، البدایة و النهایة، ۹/۹۸

۹۷ ابن جماعة، تذکرة السامع والمتکلم فی ادب العالم والمتعلم، دارالکتب العلمیة، بیروت، ص ۲۸

۹۸ الخطیب البغدادی، شرف اصحاب الحدیث (تحقیق محمد سعید اوغلی)، داراحیاء السنة النبویة، ص ۳۸

۹۹ ابن سعد، الطبقات الکبری، ٦/۲۵۷

۱۰۰ ابن عبدالبر، جامع بیان العلم، ۱/۷۰

۱۰۱ البغدادی، تقیید العلم، ص ۱۰۲

۱۰۲ الذہبی، معرفة القراء، ۱/٦۸

۱۰۳ الخطیب البغدادی، الرحلة فی طلب الحدیث (تحقیق د.نورالدین عتر) دارالکتب العلمیة، بیروت، الطبعة الاولی، ۱۳۹۵ھ، ص ۱۳۹

۱۰۴ ابن سعد، الطبقات الکبری، ٦/۳٦٦

۱۰۵ الرازی، الجرح والتعدیل، ٦/۳۳۲

۱۰٦ حوالہ مذکور

۱۰۷ السیوطی، الدر المنثور، ۶۰۷/۱

۱۰۸ الطبری، تاریخ الامم والملوك، ۲۳/۴ / ابن کثیر، البدایة والنهایة، ۹۶/۹

۱۰۹ الطبری، محولہ بالا، ۶۶۷/۳ / ابن کثیر، البدایة والنهایة، ۶۱/۹

۱۱۰ جب تک عمر بن عبدالعزیزؒ مکہ کے گورنر رہے ابن جبیر وہیں قیام پذیر رہے پھر عبدالملک کی وفات ہوگئی، ان کے بعد ان کا بیٹا ولید جانشیں ہوا اور اس نے خالد بن عبداللہ قسری کو مکہ کا گورنر مقرر کیا۔ انہوں نے ولید بن عبدالملک کے نام حجاج کی درخواست پر ابن جبیر کو مکہ روانہ کر دیا۔

۱۱۱ الطبری، تاریخ الامم والملوك، ۶۲۲/۳ / ابن کثیر، البدایه والنهایة، ۳۵/۹

۱۱۲ الرازی، الجرح والتعدیل، ۳۳۲/۶

۱۱۳ ابن حجر العسقلانی، تهذیب التهذیب، دار الفکر، بیروت، الطبعة الاولیٰ، ۱۴۰۴ھ، ۱۷۹/۷

۱۱۴ الرازی، الجرح والتعدیل، ۳۳۲/۶

۱۱۵ ابن حجر، تهذیب التهذیب، ۱۷۹/۷

۱۱۶ سیوطی، الاتقان فی علوم القرآن، ۱۸۹/۲

۱۱۷ دیکھئے، الکافیجی، التیسیر فی علوم الحدیث، ص ۲۵۸-۲۶۰

۱۱۸ وجادۃ کی اصطلاح اور اس کے بارے میں مختلف ائمہ حدیث کی تفصیلی آراء جاننے کے لئے ملاحظہ ہو: الجوینی، البرهان فی اصول الفقه (تحقیق، ڈاکٹر عبدالعظیم محمود الدیب) دار الوفاء المنصورۃ، الطبعة الثالثة، ۱۴۱۲ھ، ۴۱۶/۱

۱۱۹ دیکھئے، ابن الصلاح، علوم الحدیث، ص ۱۵۷

۱۲۰ تفصیل کے لئے دیکھئے: البغدادی، الکفایة فی علم الروایه، باب القول فی الروایة عن الوصیه بالکتب، المکتبة العلمیة، مدینہ منورہ، ص ۳۵۳

۱۲۱ الرازی، الجرح والتعدیل، ۳۳۲/۶

۱۲۲ محمد ابوشهبة، الاسرائیلیات والموضوعات فی کتب التفسیر، مکتبة السنة، قاہرہ، الطبعة الرابعة، ۱۴۰۸ھ، ص ۱۵۳

۱۲۳ ابن کثیر، البدایه والنهایة، ۹۸/۹

۱۲۴ الرازی، الجرح والتعدیل، ۳۰۶/۳

۱۲۵ ابن حبان، مشاهیر علماء الامصار، ص ۱۸۷

۱۲۶ جمال الدین ابوحجاج یوسف المزی، تهذیب الکمال (تحقیق بشار عواد معروف)، موسسة الرسالة، بیروت، الطبعة الثانیہ، ۱۴۰۸ھ، ۴۷۹/۷

۱۲۷ الرازی، الجرح و التعدیل، ۳۰۶/۳

۱۲۸ الجرح و التعدیل، محولہ بالا، ۶۶/۴

۱۲۹ ابن حبان، مشاهیر علماء الامصار، ص ۱۹۱

۱۳۰ الرازی، الجرح و التعدیل، ۳۳۲/۶

۱۳۱ الجرح و التعدیل، ۲۷۷/۴

۱۳۲ ابن سعد، الطبقات الکبری، ۵۱۶/۷

۱۳۳ الرازی، الجرح و التعدیل، ۳۳۲/۶

۱۳۴ ذہبی، میزان الاعتدال، ۶۹/۳ - ۷۰/ابن حجر، تهذیب التهذیب، ۱۷۹/۳

۱۳۵ الرازی، الجرح و التعدیل، ۱۴۶/۵-۱۴۷؛ بخاری، حاشیہ محمود الزاید، الضعفاء (الصغیر) دار المعرفة، بیروت، ۱۴۰۶ھ، ص ۶۹

۱۳۶ الرازی، الجرح و التعدیل، ۱۴۶/۵

۱۳۷ بخاری، التاریخ الصغیر، ۱۸۹/۲

۱۳۸ ابن حجر، تعریف اهل التقدیس، ص ۱۴۲

۱۳۹ الدارقطنی، الضعفاء و المتروکین (تحقیق السامرائی)، الرسالة، بیروت، ص ۱۱۵

۱۴۰ الرازی، الجرح و التعدیل، ۱۴۷/۵

۱۴۱ ذہبی، میزان الاعتدال، ۴۷۶/۲

۱۴۲ ابن کثیر، تفسیر القرآن العظیم، دار المعرفة، بیروت، ۱۴۰۰ھ، ۲۰۹/۱

۱۴۳ ابن سعد، الطبقات الکبری، ۵۱۸/۷

۱۴۴ الدارقطنی، الضعفاء و المتروکین، ص ۲۴۸

۱۴۵ الذہبی، معرفة الرواة المتکلم فیهم بما لا یوجب الرد (حاشیہ ابوعبداللہ ابراہیم) دار المعرفة، بیروت، ۱۴۰۶ھ، ص ۱۸۸

۱۴۶ ابن حجر، ھدی الساری مقدمہ فتح الباری، المکتبۃ السّلفیہ، دارالفکر، ۴۵۲/۱۴
۱۴۷ ابن فرحون، الدیباج المذھب فی معرفہ اعیان علماء الذھب (حاشیہ ڈاکٹر محمد احمدی النور) دارالتراث، قاہرہ، ۳۵۹/۲
۱۴۸ الرازی، الجرح و التعدیل، ۳۳۱/۱
۱۴۹ ابن حجر، تھذیب التھذیب، ۲۸/۷-۲۹
۱۵۰ الرازی، الجرح و التعدیل، ۳۴۰/۱
۱۵۱ الداؤدی، طبقات المفسرین، ۳۷۵/۱
۱۵۲ السیوطی، طبقات المفسرین، ص۵۳
۱۵۳ ۱۳۷۱ھ میں شائع ہونے والے جرح وتعدیل کے ہندستانی نسخہ کے مقدمہ میں عبدالرحمٰن المعلمی الیمانی نے بھی اس رائے کی موافقت کی ہے۔
۱۵۴ السیوطی، طبقات المفسرین، ص۵۳/الداؤدی، طبقات المفسرین، ۲۸۶/۱
۱۵۵ البری، القرآن و علومہ فی مصر، ص۲۸۴
۱۵۶ تفصیل کے لئے ملاحظہ ہو: مکتبہ میکروفیلم میں علوم القرآن کی فہرست، مرکز البحث العلمی، جامعۃ ام القری، مکہ مکرمہ، ۱۴۰۶ھ، ۷۵/۲-۷۶
۱۵۷ باقی اجزاء کے مخطوطات کو جمع کرنے کے بعد تفسیر مسند سے ابن جبیر کی تدوین کا استنباط کیا جاسکتا ہے۔
۱۵۸ السیوطی، طبقات المفسرین، ص۷۸
۱۵۹ تفصیل کے لئے ملاحظہ ہو: الداؤدی، طبقات المفسرین، ۱۱۰/۲
۱۶۰ محمد بن حمید الرازی نے طبری سے رے میں سماع کیا ہے۔امام بخاری نے تاریخ صغیر (ج۲ص۳۵۵) میں اس کا تذکرہ کیا ہے کہ ان کی وفات ۲۴۸ھ میں ہوئی۔
۱۶۱ ان کی سوانح کے لئے دیکھئے: الداؤدی، طبقات المفسرین، ۲۷۳/۲
۱۶۲ الداؤدی، محولہ بالا، ۲۷۴/۲
۱۶۳ الداؤدی، محولہ بالا، ۳۷۵/۱
۱۶۴ الداؤدی، محولہ بالا، ۲۷۳/۲

۱۶۵۔ السیوطی، طبقات المفسرین، ص ۵۷
۱۶۶۔ السیوطی، طبقات المفسیرین، ص ۷۸
۱۶۷۔ عبداللہ خورشید البری، القرآن وعلومہ فی مصر، ص ۲۸۶
۱۶۸۔ سعید بن منصور، السنن، کتاب الجہاد، باب ما للشہید من ثواب، ۲۱۹/۲
۱۶۹۔ السنن، محولہ بالا، کتاب النکاح، باب نکاح الامۃ علی الحرۃ، ۱۹۵/۱-۱۹۶
۱۷۰۔ ابن ابی شیبہ، المصنف، کتاب فضائل القرآن، دار التاج، الطبعۃ الاولیٰ، ۱۴۰۹ھ، احادیث نمبر: ۲۹۹۵۵، ۲۹۹۷۴، ۲۹۹۸۰، ۲۹۹۸۶، ۳۰۲۷۴
۱۷۱۔ صحیح بخاری میں ابواب وتراجم کی احادیث کے ضمن میں ابن جبیر کی روایات آئی ہوئی ہیں۔ ابواب میں ابن جبیر کی دو روایات شامل ہیں اور تراجم میں چھ روایات ہیں۔ کتاب التفسیر میں ابن جبیر کے حوالہ سے چالیس احادیث موجود ہیں، بعض ابن عباسؓ اور ابی بن کعبؓ کے حوالہ سے مسند ہیں اور بعض ابن عباسؓ پر موقوف ہیں اور بعض عبداللہ بن عمرؓ پر موقوف ہیں۔
۱۷۲۔ النسائی، فضائل القرآن (تحقیق ڈاکٹر فاروق حمادۃ)، دار الثقافۃ، الدار البیضاء، ۱۴۰۰ھ، ص ۵، ۷، ۹، ۱۱۴
۱۷۳۔ النسائی، السنن الصغری، کتاب الافتتاح، باب فضل الفاتحہ، وباب ما جاء فی القرآن
۱۷۴۔ مسند ابو یعلی الموصلی، مسند ابن عباس (تحقیق ارشاد الحق اثری) دار القبلہ، جدہ، الجزء الثالث، احادیث نمبر: ۲۵۷۱، ۲۷۲۸، ۲۶۱۰
۱۷۵۔ مسند ابو عوانہ، باب النہی عن رفع صوتہ، صفۃ تعظیم القرآن، دار المعرفۃ، بیروت، ۱۲۲/۲
۱۷۶۔ ابوالقاسم الطبرانی، المعجم الکبیر (تحقیق/ احمد بن عبدالمجید سلفی)، مکتبہ ابن تیمیہ، القاہرہ، بدون تاریخ، ج ۱۱، احادیث نمبر: ۱۲۲۳۳، ۱۲۲۳۸، ۱۲۲۵۹، ۱۲۲۶۸، ۱۲۲۷۴، ۱۲۲۸۷
۱۷۷۔ الشافعی، ترتیب مسند الامام الشافعی، دار الکتب العلمیۃ، بیروت، ۷۹/۱
۱۷۸۔ عبدالرزاق الصنعانی، تفسیر القرآن (تحقیق/ ڈاکٹر مصطفیٰ محمد مسلم)، مکتبۃ الرشید، ریاض، الطبعۃ الاولیٰ، ۱۴۱۰ھ، ۹۱/۱، ۸۸، ۸۰، ۷۸، ۵۹

(مجلۃ الشرعیۃ والدراسات الاسلامیۃ، کویت، ۱۰/۲۷، ۱۹۹۵ء)